اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۱۵۳

الفضل قادیان

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر:- غلام نبی

فی پرچہ ۱ر

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۱۰ عـ

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۲ عـ

نمبر ۱۰۷ | مورخہ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۶ شوال سنہ ۱۳۴۹ ہجری | جلد ۱۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اِسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے

"آج اسلام کے لئے خوشی کا دن ہے۔ کہ معمورۂ عالم میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ اپنی روشن ہدایتوں اور علمی سچائیوں کے ساتھ زندہ نشانات اور زندہ برکات کا ایک زبردست معجزہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ جس کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں!

یہ بات کہ اسلام اپنی پاک تعلیم۔ اور اس کے زندہ نتائج کے ساتھ اس وقت معمورۂ عالم میں ممتاز ہے نرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے اپنے بندے کے ذریعہ اس سچائی کو ثابت کر دیا ہے۔ اور کل مذاہب و ملل کو دعوتِ حق کر کے اس نے بتا دیا ہے۔ کہ فی الحقیقت اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ اور جسے ابھی تک شک ہو۔ وہ میرے پاس آئے۔ اور ان خوبیوں اور برکات کو خود مشاہدہ کرے۔ مگر طالب صادق بنکر آئے نہ جلد باز معترض ہوکر"

الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ۱۲ مارچ راجپورہ سے تشریف لے آئے۔ حضور کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے نسبتاً اچھی ہے۔

مرزا مہتاب بیگ صاحب مہاجر کی اہلیہ صاحبہ کا ۱۲ مارچ انتقال ہو گیا۔ مرحومہ نے وصیت کی ہوئی تھی۔ جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے پڑھا۔ اور مرحومہ مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئیں۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔

لوکل انجمن کے نئے انتخاب میں کثرت رائے سے شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری بی۔ اے پریذیڈنٹ منتخب ہوئے ہیں۔

۱۳ مارچ بروز جمعہ مضافات کے اسی کے قریب اصحاب نے بیعت کی ان میں کئی ایک عمر رسیدہ بوڑھے تھے۔ ان کے بیوی بچوں کو شامل کر کے کل تعداد کا اندازہ دو سو کے قریب ہے۔ اللّٰھم زد فزد

اخبارِ احمدیہ

تبلیغی اشتہارات کے متعلق ضروری اعلان

تمام احمدی دوستوں کو بذریعہ اعلان ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے رقم فرمودہ تبلیغی اشتہارات جو "ندائے ایمان" کے نام سے چھپ چکے ہیں یا آئندہ چھپیں گے۔ کسی جماعت یا فرد کو بطورِ خود بلا حصول تحریری اجازت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز یا صیغہ ہذا کے چھپوانے کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت اقدس نے یہ کام اس دفتر کے سپرد کیا ہے اور یہی دفتر اس کو سرانجام دینے کا مجاز ہے۔

خاکسار اسسٹنٹ سیکرٹری ترقی اسلام قادیان

احمدیہ صنعتی نمائش

جیسا کہ پہلے اعلان ہو چکا ہے۔ حضرت امام ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے ماتحت مجلس مشاورت کے موقعہ پر ایک صنعتی نمائش کا بھی انتظام ہو گا جس میں خرید و فروخت اشیاء کی اجازت ہو گی۔ شامل ہونے والے احباب بہت جلد اطلاع بخشیں۔ سیکرٹری احمدیہ صنعتی نمائش قادیان

مردم شماری نہیں ہوئی

مردم شماری کنندے نہ تو میرے پاس میرے مکان پر آئے۔ اور نہ شائد مجھے لکھا۔ حالانکہ انہی کی خاطر میں اپنے مکان پر حاضر رہا۔ ایسے ہی شمار کنندے بابو علاء الدین صاحب کے ہاں بھی نہیں گئے۔

خاکسار فضل حق از سہارن پور

اور مقامات سے بھی ایسی خبریں آ رہی ہیں۔ جو مردم شماری کو ناقابلِ اعتماد قرار دے رہی ہیں۔

مردم شماری میں احمدی نہیں لکھا گیا

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ یو۔ پی میں احمدیوں کے ناموں کے ساتھ احمدی کا لفظ فہرست مردم شماری میں نہیں لکھا گیا۔

خاکسار ۔ ایم عبد الرشید خان احمدی پوسٹماسٹر ضلع کھیری

درخواست ہائے دعا

۱۔ لفٹنٹ محمد ایوب خاں صاحب کی حسرت ناک وفات کی خبر ایک گذشتہ پرچہ میں دی جا چکی ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ مرحوم کے کوئی اولاد نرینہ نہیں۔ صرف ایک لڑکی چار سالہ ہے۔ مرحوم کے گھر حمل ہے۔ احباب دعا کریں اللہ تعالےٰ انہیں اولاد نرینہ عطا فرمائے۔ تاکہ مرحوم کی نسل جاری رہ سکے۔

۲۔ ہمارے گاؤں میں احمدیت کی سخت مخالفت ہے۔ نیز بعض احمدی بیمار بھی ہیں۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ اپنا رحم کرے۔ لوگوں کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مخالفت کی آگ سرد کرے۔ خاکسار محمد صادق نگینہ مبارک

۳۔ میرے لڑکے محمود احمد نے بی۔ اے کا امتحان دینا ہے۔ اس کی کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔ خاکسار والدہ محمود احمد قادر منٹگمری

۴۔ میری عارضی تقرری کی میعاد مارچ کے اخیر میں پوری ہو گی اس کے بعد مستقل ہونے کا فیصلہ ہو گا۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے کامیاب کرے۔

خاکسار غلام محمد۔ اختر سٹاف وارڈن ریلوے راولپنڈی

۵۔ ۷۔ مارچ ۱۹۳۱ء کو شیخ محمد نواز صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر ڈی۔ اے۔ وی سکول پسرور بقضائے الٰہی آٹھ روز بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ مرحوم کے ۸۔ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔ اور بچوں کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

خاکسار محمد ابراہیم پسرور

وصیت کی تکمیل

مولوی تاج الدین صاحب ٹیچر مدرسہ احمدیہ لکھتے ہیں۔ میری سابقہ وصیت جائداد کی ہے۔ مگر میرا گزارہ علاوہ جائداد کے ماہوار آمد پر بھی ہے۔ لہذا میں آئندہ مارچ ۱۹۳۱ء سے اپنی ماہوار آمد کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالےٰ اس قربانی کو قبول کرے۔ اور دوسرے احباب کو بھی توفیق بخشے کہ وہ بھی اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار دینے کی سعادت حاصل کر سکیں۔ سیکرٹری مجلس کارپرداز مقبرہ بہشتی

خدماتِ سلسلہ کیلئے ایک ایم۔ اے کی ضرورت

صدر انجمن احمدیہ کو ایک ایم۔ اے کی خدمات کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ضرورت ہے۔ جسے تاریخ اور علم اقتصادیات میں اچھی واقفیت اور وسیع مطالعہ ہو۔ اردو و انگریزی میں تحریر و تقریر کا خاص ملکہ حاصل ہو۔ خدمتِ دین کے لئے غیرت و شوق رکھنے والے احمدی احباب اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اور مزید تفصیلات معلوم کرنے کے لئے مجھ سے خط و کتابت کریں۔ تمام درخواستیں ۸۔ اپریل تک میرے پاس پہونچ جانی چاہئیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

مصباح کے وی پی

خریداران مصباح کو اطلاع ہو۔ کہ ۱۵۔ مارچ کا مصباح ان سب کے نام وی۔ پی کیا گیا ہے۔ جن کی طرف سے سال ۱۹۳۱ء کا چندہ مصباح ۴ ماہ کے انتظار اور تقاضا کے بعد بھی وصول نہیں ہوا امید ہے اب یہ وی۔ پی ضرور وصول کر لئے جائیں گے۔ اور مصباحی بہنیں مصباح کی توسیع اشاعت کے لئے بھی کوشش فرما کر اپنے اخبار کو ترقی دیں گی۔

منیجر مصباح قادیان

علماء کی ہنیت

انجمن اسلامیہ راولپنڈی کا ماہ حال میں جلسہ ہونے والا ہے۔ انجمن احمدیہ راولپنڈی کے ایک فرد دار رکن نے سکرٹری جلسہ سے بذریعہ تحریر دریافت کیا۔ کہ "کیا ہم کو ان مسائل پر جن کا ہم اور آپ مشترک ہیں۔ تقریر کرنے کا موقعہ دیا جائیگا" اس کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ "ہم نے بہت سے علماء۔ صوفیاء۔ شعراء۔ اور لیڈروں کو مدعو کیا ہے۔ اور ایک بہت بڑے عالم کو بھی دعوت دی ہے۔ لیکن ان بڑے عالم صاحب کی فخریہ

صوبہ بنگال میں تبلیغی دورہ کا پروگرام

اس دورہ میں مولوی ظل الرحمٰن صاحب مبلغ بنگال کا کام (۱) جماعت بنگال کے وصولی چندہ کا معاینہ کرنا۔ (۲) تشخیص بجٹ اپریل ۱۹۳۱ء تا مئی ۱۹۳۲ء (۳) بحسب سرکلر ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ قادیان انصار اللہ کا آرگنائز کرنا اور جماعتوں کے تبلیغی و اخلاقی حالات کا معائنہ کرنا ہوگا۔ دورہ کا پروگرام حسب منشا صوبہ بنگال کے پراونشل امیر صاحب تقرر پایا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

مقام	تاریخ
روانگی از برہمن بڑیہ	۱۳۔ —— مارچ ۱۹۳۱ء
چٹاگانگ	۱۴۔ تا ۱۵۔ مارچ ۱۹۳۱ء
گاس باڑیا	۱۶۔ تا ۱۷۔ 〃 〃
گوال نند	۱۸۔ تا ۱۹۔ 〃 〃
کلکتہ	۲۰۔ تا ۲۲۔ 〃 〃
مدنا پور	۲۳۔ تا ۲۴۔ 〃 〃
کلکتہ	۲۵ —— 〃 〃
براکپور	۲۶ —— 〃 〃
بھرت پور	۲۷۔ تا ۲۹۔ 〃 〃
کامرول	۳۰۔ تا ۲۔ اپریل ۱۹۳۱ء
جلپائی گوڑی	۳۔ تا ۴۔ 〃 〃
بیلاکوبا	۵۔ تا ۶۔ 〃 〃
سیدپور	۷۔ تا ۸۔ 〃 〃
رنگپور	۹۔ تا ۱۱۔ 〃 〃
گبوڑا	۱۲۔ تا ۱۳۔ 〃 〃
کشور گنج	۱۴۔ تا ۱۶۔ 〃 〃
بیر پائیک شاہ	۱۷۔ تا ۱۹۔ 〃 〃
چرپارا بلا	۲۰ —— 〃 〃
کشور گنج	۲۱ —— 〃 〃
تاتار کاندی	۲۲۔ تا ۲۳۔ 〃 〃
تیرہ گھاتی	۲۴۔ تا ۲۵۔ 〃 〃
ڈھاکہ	۲۶ 〃 〃
رنج گانو	۲۷ 〃 〃
رکابی بازار	۲۸۔ تا ۲۹۔ 〃 〃
شمبھو پورہ	۳۰ 〃 〃
واپسی برہمن بڑیہ	یکم مئی ۱۹۳۱ء

خاکسار سید سعید احمد سکرٹری بنگال پراونشل انجمن احمدیہ برہمن بڑیہ۔ ضلع پترہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۰۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

ہندو مسلم سمجھوتہ اور گاندھی جی

مسلمان اپنے مطالبات متحدہ طور پر پیش کریں

یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ وائسرائے سے مفاہمت کرنے کے بعد گاندھی جی کو جس بات کا سب سے اول اور سب سے زیادہ احساس ہونا چاہئے تھا۔ یعنی ہندو مسلم مفاہمت۔ اس کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور اس کی ضرورت اور اہمیت کا اعتراف کر رہے ہیں۔ گو اس وقت تک جو کچھ انہوں نے اس کے متعلق کہا ہے۔ وہ الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ اور نہیں کہا جا سکتا۔ ہندو اور وہ ہندو جو آج تک مسلمانوں کے حقوق اور اُن کے مطالبات کے متعلق نہایت متمردانہ اور متکبرانہ رویہ اختیار کئے چلے آ رہے ہیں۔ کیا طریق پسند کریں گے۔ اور کس حد تک ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار ہونگے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ ہندو مسلم سمجھوتہ کے متعلق گاندھی جی کے الفاظ نہایت خوشکن اور ان کے خیالات بہت کچھ حوصلہ افزا ہیں۔ گاندھی جی وائسرائے کے ساتھ اپنی مفاہمت کو معاملات ہند کے تصفیہ کے لئے محض ابتدائی کارروائی قرار دیتے ہوئے آئندہ کی کامیابی کا تمام تر انحصار ہندو مسلم اتحاد پر بتا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ۷۔ مارچ کو دہلی میں تقریر کرتے ہوئے اردن گاندھی صلح کا حوالہ دے کر کہا۔

"ابھی ہمارے سامنے بہت بھاری کام پڑا ہوا ہے۔ یعنی باہمی فرقہ وار اتحاد کا قیام اگر ہم یہ اتحاد قائم نہیں کر سکتے۔ تو گول میز کانفرنس میں شریک ہونا فضول ہے۔ بلا شبہ یہ اتحاد گول میز کانفرنس میں حاصل نہیں ہو سکتا"۔

یہ وہ حقیقت ہے۔ جو اس وقت تک ہر مرحلہ پر مسلمانوں نے ہندوؤں کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور سیاسی حقوق حاصل کرنے اور اہم مطالبات منوانے کے لئے اسے سب سے ضروری قرار دیا۔ اہل ہند کے مطالبات تجویز کرنے والے کمیشن کے تقرر کے وقت بھی کہا گیا۔ نہرو رپورٹ کے شائع ہونے پر بھی کہا گیا۔ لاہور کانگریس کے موقعہ پر بھی کہا گیا۔ تحریک سول نافرمانی کے آغاز کے وقت بھی کہا گیا۔ لیکن ہندوؤں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ حتےٰ کہ گاندھی جی نے بھی ادھر متوجہ ہونے کی ضرورت نہ سمجھی۔ بلکہ اپنے طریق عمل اور اپنی سرگرمیوں سے جن کی تقلید کی ہندو لیڈروں اور ہندو اخبارات نے بار بار یہی کہا۔

کہ مسلمان پہلے بلا کسی شرط کے اپنے آپ کو ہندوؤں کے حوالے کر دیں اور جو کچھ وہ ان سے کرائیں۔ بلا چون وچرا کرتے جائیں۔ حتےٰ کہ سوراجیہ حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد جو کچھ وہ کہیں گے۔ مان لیا جائے گا۔ اور جس طرح ممکن ہوگا۔ انہیں خوش کر دیا جائے گا۔ اس رویہ کو منطقیانہ طریق سے حق بجانب ثابت کرنے کے لئے کہا گیا۔ کہ اس وقت جبکہ ہندوستان پر ایک تیسری طاقت قابض ہے۔ تصفیہ حقوق کا سوال اٹھانا ہی فضول ہے حقوق ہیں ہی کہاں۔ کہ ان کے متعلق کوئی تصفیہ ہو سکے۔ پہلے سوراجیہ حاصل کر لو۔ پھر اپنے حقوق پیش کرنا۔ لیکن بہت کچھ کھونے۔ بہت سی طاقت ضائع کرنے اور بہت سا وقت رائگاں جانے کے بعد اب تسلیم کیا جا رہا ہے کہ ہندو مسلم سمجھوتہ کے بغیر کسی قسم کی کامیابی حاصل ہونا محال ہے۔ کم از کم گاندھی جی نے اس کا اعتراف کر لیا ہے۔ اور ہندوؤں کو یہ نصیحت کرتے ہوئے کہ "وہ اقلیتوں کو ان کے مطالبات دے دیں۔ کیونکہ یہی ایک حل ہے جس سے اقلیتوں کا مسئلہ موزوں طور پر حل کیا جا سکتا ہے"۔ کہہ دیا ہے:۔

"ہندو اکثریت میں ہیں۔ انہیں وہی کچھ لینا چاہیئے جو اقلیتوں کے مطالبات پورے ہو جانے کے بعد رہ جائے۔ اگر اس تجویز پر عمل نہ کیا گیا۔ تو میں سیاسیات سے کنارہ کش ہو جاؤں گا"۔ (ویر بھارت ۱۱ مارچ)

اس سے جہاں یہ ظاہر ہے۔ کہ گاندھی جی کے نزدیک تمام کامیابی کا دار و مدار اقلیتوں کے مطالبات پورے کرنے پر ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں اپنے برادران قوم کے متعلق جو اکثریت میں ہیں۔ یہ خطرہ ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق دینے کے لئے بآسانی تیار نہ ہونگے۔ اسی لئے انہوں نے یہ دھمکی دی ہے۔ کہ اگر اقلیتوں کو حقوق دینے کے متعلق ان کی تجویز پر عمل نہ کیا گیا تو وہ سیاسیات سے کنارہ کش ہو جائیں گے:۔

جبکہ گاندھی جی کو ہندوؤں کے متعلق یہ خدشہ ہے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ مسلمان اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتے۔ جب تک ان کے حقوق عملی طور پر محفوظ نہ ہو جائیں۔ اور وہ یہ نہ دیکھ لیں۔ کہ ہندو گاندھی جی کی تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ گاندھی جی ہندوؤں کو تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ۷ مارچ کو جلسہ عام دہلی میں ہندوؤں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہندو چونکہ اکثریت میں ہیں۔ اس لئے ہندو مسلم سمجھوتہ کے لئے انہیں اپیل کرنی چاہیئے۔ یہ صرف جرأت و دلیری سے کام لینے کا معاملہ ہے میں ہندوؤں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ بنیا پن چھوڑ دیں۔ اور دلیر بن جائیں گذشتہ بارہ ماہ آپ نے تمام قوانین اور آرڈیننسوں کی خلاف ورزی کی۔ باوجود اس کے دنیا کی کوئی طاقت آپ کی ہستی کو تباہ نہ کر سکی۔ اور نہ آپ کے حقوق غصب کر سکی۔ اگر مسلمان اور تمام دیگر اقلیتیں مجالس قانون ساز کی تمام نشستیں لے جائیں۔ تو بھی ہندوؤں کا زیادہ نقصان نہ ہوگا۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے حقیر خادم بن جائیں۔ ہمیں عہدوں کی ضرورت نہیں۔ ہمیں قومی خدمت کے لئے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر ہندوؤں کو یہ تجویز منظور نہیں۔ تو وہ میرا خاتمہ کر دیں۔ لیکن اگر وہ فرقہ وار اتحاد قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں کہہ دینا چاہیئے۔ کہ وہ کچھ نہیں مانگتے۔ اگر آپ نے ایسا کیا۔ تو آپ ہندوستان کو بچا لیں گے۔ اور پورا سوراج قائم ہو جائے گا"۔

اگرچہ ان الفاظ میں مسلمانوں کی تنقیص کا پہلو پایا جاتا ہے۔ کہ ان کے مدنظر محض عہدے اور مجالس قانون ساز کی نشستیں ہیں۔ انہیں "قومی خدمت" کرنے اور "ملک کے خادم" بننے سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جس قوم سے گاندھی جی کا تعلق ہے۔ اس کی موجودہ ذہنیت کو مدنظر رکھتے ہوئے گاندھی جی کو معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسی باتوں سے ہی ہندوؤں کو راہ راست پر لے آئیں۔ اور مسلمانوں کے حقوق دینے پر آمادہ کر سکیں۔ تو اسی طرح سہی۔ لیکن اس قدر کہہ دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمان کوئی خیرات نہیں مانگ رہے۔ وہ کسی بخشش کے خواہاں نہیں۔ کسی رعایت کے طالب نہیں۔ بلکہ وہ اپنا حق طلب کر رہے ہیں۔ وہ انصاف کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ اپنی ہستی کی حفاظت کے خواہاں ہیں۔ اور جب تک یہ بات انہیں حاصل نہیں ہو جاتی۔ اس وقت تک کسی مفاہمت کے لئے تیار نہیں ہو سکتے:۔

گاندھی جی نے اپنی اسی تقریر میں مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا "میں ایک ایک مسلمان رہنما کے سامنے گھٹنے ٹیکوں گا۔ اور درخواست کرونگا۔ کہ فرقہ وار اتحاد میں میرا ہاتھ بٹایئے۔ میں سب کچھ کرونگا۔ جو ایک انسان کی بساط اور استطاعت میں ہے"۔

اگر اسی جذبہ اور ارادہ کے ساتھ گاندھی جی مسلمان راہنماؤں کے ساتھ مفاہمت کرنے کے لئے عملی جد وجہد کریں گے۔ تو وہ دیکھ لیں گے کہ اپنے ہم قوموں کی نسبت مسلمانوں کو مصالحت پر آمادہ کرنے میں انہیں بہت سہولت حاصل ہوگی۔ اور مسلمان ان کی کوششوں کو کامیاب بنانے میں بہت زیادہ حصہ لیں گے۔ لیکن شرط یہی ہے۔ کہ ان کے ساتھ عدل و انصاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے معاملہ کیا جائے اور محض لفاظی سے انکی تسلی کرنے کی کوشش نہ کیجائے:۔

گاندھی جی کے رجحان اور وقت کے تقاضا کے لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرقہ وار مسائل کو حل کرنے کے لئے کوشش معرض عمل میں آئے۔ لیکن قبل اس کے کہ مسلمان ہندو مسلم سمجھوتہ کے لئے کوئی قدم اٹھائیں۔ یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ آپس میں تصفیہ کر کے ایک نقطہ پر آجائیں۔ تاکہ مفاہمت کے لئے مسلمانوں کی طرف سے جو کچھ پیش کیا جائے وہ متحدہ اور متفقہ ہو۔ اور کسی مسلمان کو خواہ وہ کانگرسی ہو یا غیر کانگرسی اس میں اختلاف نہ ہو۔ اس کے لئے بہت جلد تمام فرقوں اور تمام خیالات کے مسلمانوں کے نمائندوں کا ایک اجتماع ہونا چاہیئے۔ جس میں نہایت غور و فکر کے ساتھ اہم معاملات کا تصفیہ کر لینا چاہیئے۔ اور ان نمائندوں کیلئے جو گاندھی جی کے ساتھ مفاہمت کی گفتگو کرنے کے لئے مقرر ہوں ایسے اصول طے کر دیئے جائیں۔ جن کی پابندی از حد لازمی ان کا فرض ہو اور ان سے بال بھر ادھر اُدھر ہونے کا انہیں اختیار نہ ہو۔

یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ اگر اہل ہند کی سیاسی حقوق حاصل کرنے میں کامیابی کا دارومدار ہندو مسلم اتحاد پر ہے۔ تو مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا انحصار خود مسلمانوں کے آپس کے اتحاد پر ہے۔ اگر مسلمان اسی طرح متفرق رہے۔ جس طرح کہ اب تک ہیں۔ اور انہوں نے متحد ہو کر اپنے مطالبات پیش نہ کئے۔ تو پھر ہندوؤں کو انصاف کے لئے آمادہ کرنا قطعاً ناممکن ہوگا۔ پس ضرورت ہے کہ جلد سے جلد ہر ایک صوبہ کے ہر خیال کے مسلمانوں کے نمائندے ایک جگہ جمع ہوں اور ضروری امور کا متفقہ اور متحدہ فیصلہ کر لیں۔

اگر اس موقعہ پر وہ طریق عمل اختیار کیا جائے۔ جو گول میز کانفرنس کے مسلمان نمائندوں نے لنڈن میں اختیار کیا۔ اور جس کی وجہ سے کانفرنس کے شروع سے کر آخر تک ان میں قابل تعریف اتحاد رہا۔ اور اس طرح مسلمانوں کے مطالبات کو بہت بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ تو بہت مفید ہوگا۔ وہ طریق عمل مختصر الفاظ میں یہ تھا۔ کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ ہوتا۔ جو کسی صوبہ سے تعلق رکھتا۔ تو اس کے متعلق اس صوبہ کے نمائندوں کی رائے کو زیادہ وقعت دیجاتی۔ اور ان کے ساتھ سارے نمائندے متفق ہو جاتے۔ اور اگر سارے ہندوستان سے تعلق رکھنے والا سوال ہوتا۔ تو اس کے متعلق کثرت آراء کو دیکھا جاتا۔ اور کثرت کا فیصلہ تسلیم کر لیا جاتا۔ اس کے بعد متحدہ طور پر کانفرنس میں اسے پیش کر دیا جاتا۔

یہ طریق عمل یقیناً بہترین طریق عمل ہے۔ لیکن اس کی کامیابی کا دارومدار نمائندوں کی شخصیت پر ہے۔ پس ہر صوبہ سے ایسے نمائندے منتخب ہونے چاہئیں۔ جو اہم معاملات کو سلجھانے کی قابلیت رکھتے ہوں۔ اور ان اصحاب کو لازمی طور پر شریک کرنا چاہیئے۔ جنہوں نے گول میز کانفرنس لنڈن میں مسلمانوں کے مطالبات پیش کئے۔ تاکہ ان کے اس تجربہ سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ جو انہیں حال ہی میں حاصل ہوا۔ اور ان کے ان مشاہدات سے بہرہ اندوز ہونا چاہیئے۔ جو انہیں نہ صرف ہندوؤں کے نمائندوں بلکہ گورنمنٹ کے نمائندوں کے متعلق ہوئے۔ کیونکہ جن امور کے متعلق ہندو مسلم سمجھوتہ کی ضرورت ہے۔ وہ نہایت وضاحت کے ساتھ ان کے سامنے آچکے ہیں۔ ان کے متعلق انہوں نے بہت کچھ مطالعہ کیا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے متعلق گورنمنٹ اور ہندوؤں کے نقطۂ نگاہ سے وہ بہت کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔

مسلمانوں کو حقوق تلفی کا خطرہ

ہندو مسلم مفاہمت کا مسئلہ ایسے نازک مرحلہ پر پہنچ چکا ہے۔ کہ ہندوستان کی آئندہ ترقی کا بہت کچھ انحصار اسی پر ہے۔ ہندو اس وقت یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ گاندھی جی نے وائسرائے ہند سے سمجھوتہ کر کے ان کی طاقت اور قوت کا اعتراف کرا لیا ہے۔ اور مسلمان یہ خیال کر رہے ہیں کہ ہندو جو پہلے ہی مسلمانوں کو نذر تغافل کئے ہوئے ہیں۔ اب حکومت پر سکہ بٹھا لینے کے خیال سے ان کے لئے اور زیادہ مصائب اور مشکلات کا باعث بنیں گے۔ اور ممکن ہے۔ حکومت بھی ہندوؤں کا ہی ساتھ دے۔

ایوان اسمبلی میں اس خطرہ کا اظہار کرتے ہوئے ایک مسلمان ممبر نے کہا تھا "اگر حکومت اور ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا۔ تو وہ جانتے ہیں۔ کہ گاندھی جی کی تحریک نافرمانی کی کتاب سے کس طرح ایک ورق نکالا جاسکتا ہے"۔

ہم جو کہ گاندھی جی کی تحریک نافرمانی کو شروع دن سے ملک کے لئے نہایت نقصان رساں سمجھ رہے ہیں۔ اس امر کو قطعاً بنظر استحسان نہیں دیکھ سکتے۔ کہ مسلمان کوئی ایسا رستہ اختیار کریں۔ جو نقصان رساں ہو لیکن یہ تو ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں کو ایک طرف حکومت سے اور دوسری طرف ہندوؤں سے اپنے حقوق تلف ہونے کا شدید احساس ہے۔ اور اگر خدانخواستہ ان کے حقوق کی پرواہ نہ کی گئی۔ تو وہ کسی سمجھوتہ کے لئے تیار نہ ہونگے۔

پس ضرورت ہے۔ کہ ملک کے اس نازک ترین مسئلہ کو نہایت عقلمندی اور دوراندیشی سے حل کیا جائے۔

فائنل کے امتحان کا عربی پرچہ

عربی زبان کے ممتحنین کی مشکل پسندی ایک ایسی مصیبت بن گئی ہے جو کہیں بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ پنجاب یونیورسٹی کے عربی کے امتحانات کے ممتحنوں کا رویہ نہایت ہی حوصلہ شکن اور اس زبان کو سخت نقصان پہنچانے والا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے۔ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء میں فائنل کا جو امتحان ہوا۔ اس میں زبان عربی لینے والے امیدواروں کا نہایت افسوسناک حشر ہوا۔ اس پرچہ میں جو امیدوار سب سے اول رہا۔ اس نے چار سو میں سے صرف ۱۶۸ نمبر حاصل کئے۔ حالانکہ عربی کے مقابلہ میں فارسی اور سنسکرت کے پرچوں میں اول رہنے والوں نے علی الترتیب ۲۷۰/۴۰۰ اور ۲۷۹/۴۰۰ حاصل کئے۔ اگر اس سال فائنل کے سارے امتحان کا معیار سالہائے گزشتہ کی نسبت سخت ہوتا۔ تو کہا جاسکتا تھا۔ کہ عربی کے پرچہ میں بھی سختی کر دی گئی۔ لیکن حالت یہ ہے۔ کہ گزشتہ سال کے سارے امتحان میں اول رہنے والے کے نمبر تیرہ سو میں سے ۸۱۴ تھے۔ اور اس سال ۸۸۵ ہیں جس سے ظاہر ہے۔ کہ دوسرے مضامین میں نمبروں کی اوسط سال گزشتہ کی نسبت بہتر رہی۔ اور صرف عربی کے پرچہ میں ہی ساری سختی داخل کر دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اگرچہ بعض عربی کے طالب علموں نے دوسرے مضامین میں اچھے نمبر حاصل کر لئے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ امتحان میں پاس نہ ہو سکے۔

اس ساری خرابی کی بڑی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ عربی کے ممتحن نے نہایت سخت پرچہ بنایا۔ اگر فی الواقعہ یہی وجہ ہو۔ تو کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ عربی کی تخریب کے وہی لوگ مرتکب ہو رہے ہیں۔ جن پر اس کی اشاعت کا فرض عائد ہوتا ہے۔

عورتوں سے گاندھی جی کی استدعا

گاندھی جی نے وائسرائے ہند سے جو سمجھوتہ کیا۔ اور جس کی وجہ سے عدم تعاون ترک کر کے حکومت سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ اسے کامیاب بنانے کے لئے وہ ایک اور شکل میں عدم تعاون سے کام لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جاؤ اور مردوں سے کہو۔ کہ وہ آپس میں تصفیہ کریں۔ اور اگر وہ نزاع جاری رکھیں۔ تو ان کا کھانا پکانا چھوڑ دو"۔

نہیں کہا جاسکتا۔ کہ گاندھی جی کے اس ارشاد پر عورتیں کہاں تک عمل پیرا ہونگی۔ لیکن اگر انہوں نے اس پر عمل کیا۔ تو حکومت کو عدم تعاون کے ذریعہ پریشان کرنے والوں کو اندازہ لگانے کا موقعہ مل سکے گا کہ گھر میں عدم تعاون اپنے اندر کس قدر بدامنی اور پریشانی کے سامان رکھتا ہے۔

قانون شکنی ہر حال میں ناپسندیدہ فعل ہے

حال ہی میں خبر شائع ہوئی ہے۔ کہ بھگت سنگھ جو اسمبلی میں بم پھینکنے کے جرم میں عمر قید اور سانڈرس کے قتل میں شریک ہونے کے باعث پھانسی کی سزا پا چکا ہے۔ اس کے والد کے دیہاتی مکان پر ڈاکہ ڈالنے کے الزام میں ۴ اشخاص کی گرفتاری عمل میں آچکی ہے۔ بھگت سنگھ کے چچا اور ایک ملازم کو ڈاکوؤں نے زخمی کر دیا۔ ڈاکوؤں کو گرفتار کرانے سے ظاہر ہے۔ کہ بھگت سنگھ کے خاندان نے ان کی قانون شکنی کو قطعاً پسند نہیں کیا۔ اور اب انہیں سزا دلانے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ جسے ہر امن پسند بنظر پسندیدگی دیکھیگا۔ لیکن اس واقعہ میں براہ راست بھگت سنگھ اور اس کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ سبق موجود ہے۔ کہ قانون شکنی کرتے ہوئے تشدد سے کام لینا کسی صورت میں بھی پسندیدہ فعل نہیں ہو سکتا۔

وزراء کی تنخواہوں میں کمی

صوبجات متوسط کے وزراء نے منظور کر لیا ہے کہ جب تک صوبہ کی مالی حالت بہتر نہیں ہوتی۔ وہ چار ہزار کی بجائے ساڑھے بائیس سو روپیہ ماہوار تنخواہ لیا کریں گے۔ اسی

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

(۲۵ فروری بعد نماز عصر)

ریاست پونچھ کے مسلمان

ریاست پونچھ کے ایک صاحب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے۔ حضور نے مختصراً اس علاقہ کے حالات دریافت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ پونچھ کے لوگ نہایت سادہ طبع مگر مذہب کے متعلق جوش رکھنے والے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں میں تبلیغ کی جائے۔ تو بہت جلدی کامیابی ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ ہماری زبان بھی سمجھ سکتے ہیں۔ میں جن دنوں کشمیر گیا تھا۔ ایک دن ہم سیر کے لئے ایک مقام پر گئے۔ اس جگہ ہم نے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد ایک شخص آیا۔ اور اس طرح باتیں کرنے لگا۔ کہ گویا وہ پہلے سے واقف ہے۔ میں نے پوچھا۔ آپ کو میرا کس طرح پتہ لگا۔ کیا آپ نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ کہنے لگا دیکھا تو نہیں تھا۔ مگر میں نے سنا ہوا تھا۔ کہ آپ ہمارے علاقہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں جب میں یہاں سے گذرا۔ تو میں نے نماز باجماعت ہوتی دیکھی۔ اس سے میں سمجھا۔ کہ کوئی خاص بات ہے۔ پھر میں نے قیاس کیا۔ کہ جس شخص کے ساتھ اتنے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ خلیفۃ المسیح ہی ہوں گے یہ خیال کر کے آپ کے ملنے کے لئے آگیا۔ پھر فرمایا پہلگام (کشمیر) میں جب میں گیا تھا۔ تو وہاں سے تیرہ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک دفعہ ہم برف کا نظارہ دیکھنے گئے۔ جب وہاں سے واپس آگئے۔ تو وہاں کا ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا۔ آپ وہاں تشریف لائے تھے۔ مگر میں آپ سے مل نہ سکا۔ میں بھی احمدی ہوں اور میرے والد بھی احمدی ہیں۔ وہاں ایک مدرسہ ہے۔ اس میں میں مدرس ہوں

حضور نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا۔ مجھے تعجب ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں کہاں احمدیت کو پہنچا دیا ہے۔ تیرہ ہزار فٹ کی بلندی پر جنگل میں جہاں وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ کوئی احمدی ہوگا۔ وہ احمدی رہتا تھا۔ جو گوجروں کے بچوں کو قرآن پڑھاتا تھا

حضور نے اس کے بعد پونچھ سے آنے والے شخص کی بیعت لی۔ اور دعا کے بعد فرمایا۔ کہ آپ اتنی دور سے آئے ہیں۔ یہاں چند دن ٹھہریں۔ تاکہ دین کی واقفیت حاصل ہو۔ جلدی واپس نہیں جانا چاہیئے۔

۲۸ فروری بعد نماز عصر

حفظ مراتب

مدرسہ احمدیہ کے صحن میں طلباء مدرسہ نے اپنی تبلیغی انجمن کا سالانہ جلسہ منعقد کیا۔ حضور نے طلباء کی درخواست پر ایک گھنٹہ وقت دیا تھا۔ اور حضور کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا تھا۔ مگر پہلی تقریر ہی قریباً ایک گھنٹہ میں ختم ہوئی۔ حضور کی طبیعت ناساز تھی۔ اور بخار ہو رہا تھا۔ سیکرٹری نے تحریراً عرض کیا۔ کہ پروگرام کے مطابق جب مقررہ وقت ختم ہو جائے۔ تو حضور اسے بٹھا دیں۔ اس پر حضور نے فرمایا:۔

کسی نے کہا ہے۔ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔ جب کسی ایسے شخص کو صدارت کے لئے بلایا جائے۔ جس کے تعلقات سب سے یکساں ہوں۔ تو تقریر کرنے والے لڑکوں کو یونہی کھڑے نہیں کر دینا چاہیئے۔ بلکہ پہلے اس کی تقریر کو سن لینا چاہیئے۔ اور اگر وقت سے زیادہ تقریر ہو۔ اور تحریری ہو۔ تو بقیہ حصہ کو کاٹ دینا چاہیئے۔ یہی طریق دنیا میں رائج ہے۔ اور انجمنوں کے منتظمین خود اس بات کا خیال رکھتے ہیں۔ مجھ سے یہ امید کرنی۔ کہ میں تقریر کرنے والے لڑکے کا گھلا گھونٹ دوں۔ میری پوزیشن کے خلاف ہے۔ منتظمین کا فرض تھا۔ کہ وہ تقریروں کو دیکھ کر یہ معلوم کرتے۔ کہ وہ وقت کے اندر ختم ہوتی ہیں۔ یا نہیں۔ اور اگر زاید وقت میں ختم ہوتیں۔ تو باقی حصوں کو کاٹ دیتے۔ میں نے ایک گھنٹہ وقت دیا تھا۔ مگر ابھی پہلی تقریر ہی ایک گھنٹہ میں ختم ہوئی ہے اور مجھ سے یہ امید بھی کی جاتی ہے۔ کہ میں اور لڑکوں کی بھی تقریریں سنوں اور پھر خود بھی تقریر کروں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ایک گھنٹہ میں ایک گھنٹہ کے قریب وقت لینے والی تقریر بھی ہو اور دوسری تقریریں بھی ہوں اور پھر ایک میں بھی تقریر کروں۔

یکم مارچ بعد نماز ظہر

ایک نکاح کا اعلان

حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری کے نکاح کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ میں ایک نکاح کا اعلان کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ جو خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب کی لڑکی زبیدہ خاتون کا حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری کے ساتھ قرار پایا ہے۔ چونکہ دونوں فریق میں سے اس جگہ کوئی نہیں۔ اس لئے کسی ایسے خطبہ کی ضرورت بھی نہیں۔ جو دونوں فریق کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلانے کے لئے ضروری ہو۔ میں اس وقت صرف ان دونوں احباب کی اس خواہش کے مطابق۔ کہ اس نکاح کا اعلان مسجد مبارک میں ہو۔ تا یہ خیر اور برکت کا موجب ہو۔ اعلان کرتا ہوں۔ مہر دو ہزار روپیہ قرار پایا ہے۔ دوست دعا کریں۔ اللہ تعالے اس نکاح کو بابرکت کرے ٭

ہر ایک احمدی قرآن پڑھے

(۲ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کی ایک تقریر کا اقتباس)

ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہیئے۔ کہ خواہ کوئی ۸۰ برس کا بڈھا کیوں نہ ہو۔ پھر بھی قرآن کریم کے پڑھنے اور معنی سیکھنے کی کوشش کرے کون کہتا ہے۔ کہ بڑی عمر میں پڑھا نہیں جاتا۔ جس طرح وہ دنیا کے کاموں میں محنت کرنے اور مشکلات اٹھاتے اور وقت صرف کرتے ہیں۔ اگر اس کا نصف حصہ بھی قرآن شریف کے سیکھنے میں لگائیں۔ تو سیکھ سکتے ہیں۔ یہ ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ کہ کم از کم قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لے۔ اور انسان اور باخدا انسان بنے۔ نہ کہ میاں مٹھو بنے۔ قرآن شریف کے معنے نہ سمجھنا۔ اور یونہی پڑھنا۔ میاں مٹھو بننا ہے۔ پس تم ترجمہ سیکھو اور معنے اور مطلب سمجھو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو۔ کہ خدا تعالے نے کیا حکم دیا ہے۔ تم قرآن کے با معنے پڑھنے کی کوشش کرو۔ یہود کی طرح نہ ہو۔ کیونکہ یہ صفت یہود کی ہے۔ کہ توریت ان کے پاس موجود تھی۔ مگر وہ اس کے معنے نہیں جانتے تھے۔ تم مسلمان ہو۔ اور مسلمان ہو کر قرآن کے معنی سیکھو۔ جب سیکھ جاؤ گے۔ تو اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرو گے اور جب عمل کرو گے۔ تو خدا تعالے کے مقرب بن جاؤ گے۔ اپنا وقت نکال کر بوڑھے۔ جوان۔ عورتیں۔ بچے قرآن سیکھیں۔ اور جہاں موقعہ پائیں۔ کوتاہی نہ کریں احمدی جماعت کو شرم کرنی چاہیئے کہ ابھی تک بہت حصے نے قرآن نہیں سیکھا۔ ہمارے لئے یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ احمدی بڑی عمر کے لوگ ہوتے ہیں۔ جن کی تربیت اور پڑھنے کا زمانہ گذر چکا ہوتا ہے۔ مگر صحابہ میں ایسے آدمی بھی پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے بڑی عمر میں ہی دوسرے مذاہب کی کتابوں کو پڑھ کر فائدہ اٹھایا

انگلستان میں ایک لاطینی زبان کا ماہر ہوا۔ ہے جس نے ستر برس کی عمر میں علم سیکھا تھا۔ تو قرآن کا ترجمہ سیکھو۔ تاکہ خدا تعالیٰ کی وعید میں نہ آؤ۔ جن کو قرآن آتا ہے وہ دوسروں کو پڑھانے کی کوشش کریں۔ اور جنکو نہیں آتا وہ پڑھنے کی کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی وجہ یہی تھی کہ لوگ یہودی ہو گئے تھے۔ اگر آپ کے آنے کے بعد بھی کوئی یہودی رہتا ہے۔ تو وہ آپ کی بعثت کی غرض سے بالکل بے بہرہ ہے صحابہ کرام سب مسائل سے واقف تھے۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ وہ عربی زبان جانتے تھے۔ اس لئے مسائل سے واقف ہو گئے تھے۔ تو یہ بھی ٹھیک نہیں اب عربوں کو جا کر دیکھ لو قطعاً قرآن نہیں جانتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ فرماتے۔ ایک عالم نے زندہ جانور کا گوشت کاٹ کر کھا لیا جس کی شکایت کی تو شریف مکہ نے کہا۔ کہ یہاں مکہ میں تو ایسے آدمی رہتے ہیں جو کہ صحیح کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔ تم جو احمدی کی طرف منسوب کئے جاتے ہو۔ ایسے بن جاؤ کہ مکمل احمدی اور محمدی ہو جاؤ۔ ورنہ اگر محمدی ہونا کسی کیلئے مفید نہیں ہو سکا۔ تو احمدی ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے خدا تعالیٰ کی کتاب سیکھو اور اس پر عمل کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زندہ خدا پیش کیا

اللہ تعالیٰ کے انبیاء چونکہ دنیا میں کفر و ضلالت اور معصیت کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے اور توحید حقیقی کا جھنڈا گاڑنے کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی یہ قدیم سے سنت چلی آئی ہے۔ کہ وہ انبیاء کی جماعتوں اور منکرین رسالت کے گروہوں میں ایک مابہ الامتیاز قائم کر دیتا ہے۔ تا سعادت مند انسان غور کریں۔ کہ اگر یہ آنے والا الٰہی بارگاہ سے نہ ہوتا۔ تو کس طرح ممکن تھا اس کے پیرو خدا کے خاص فضلوں کے مورد بن جاتے۔ پس نیک اور بد اچھے اور برے پاک اور ناپاک میں فرق دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نبیوں کی قائم کردہ جماعتوں اور منکرین کے گروہوں میں بعض ایسے نمایاں امتیازات پیدا کر دیتا ہے۔ جو ہر سمجھدار انسان کو اس امر کی طرف توجہ دلا رہے ہوتے ہیں۔ کہ وہ جماعت جو خاص الٰہی افضال کی مورد ہے وہ صداقت پر ہے۔ اور اس کا مقتدا خدا کا پیارا اور فرستادہ ہے ::

اللہ تعالیٰ نے موجودہ زمانہ میں بھی ایک عظیم الشان روحانی سورج طلوع فرمایا۔ جو ہدایت کا سورج تھا۔ شریعت غرا کی روشنی دنیا میں پھیلانے والا سورج تھا۔ وہ سرزمین مشرق سے طلوع ہوا۔ اور قادیان کی بستی سے چمکا۔ دنیا نے دیکھا۔ مگر خیال کیا۔ کہ بادل اس کے نور کو چھپا دیں گے۔ مگر بادل آئے اور ہٹ گئے۔ وہ چمکا اور آج ایک دنیا اس کی نورانی کرنوں سے مستفیض ہو رہی ہے۔ دیدہ دانستہ انکار کرنے والے کو سمجھانے کا تو دنیا میں کوئی ذریعہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی غور سے کام لے۔ تو دیکھ سکتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کی ہوئی جماعت پر کس قدر برکات نازل ہو رہی ہیں۔ ہم کو جنہیں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شناخت کرنے کی توفیق بخشی۔ کیا کچھ حاصل ہوا۔؟ یہ ایک سوال ہے۔ جس کا جواب نہائت وسعت رکھتا ہے۔ مگر اس بحر ناپید اکنار سے اس وقت صرف ایک قطرہ پیش کیا جاتا ہے۔ دنیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پیشتر اگرچہ ظاہراً خدا تعالیٰ کا اقرار کرتی تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ خدا پر لوگوں کا ایمان محض رسمی تھا۔ حقیقت [illegible] ہو چکی تھی۔ وہ کہتے تھے۔ کہ خدا ہے۔ مگر ان کے پاس اس کے ہونے کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ خدا قادر مطلق ہے مگر اس کی قدرت کا انہیں کوئی نشان نظر نہ آتا تھا۔ وہ یہ مانتے تھے۔ کہ خدا عالم الغیب ہے۔ مگر بتا نہیں سکتے تھے کہ خدا کے عالم الغیب ہونے کا ثبوت کیا ہے۔ وہ یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ سمیع ہے۔ دعائیں قبول کرتا ہے۔ مگر ان کی دعائیں بارگاہ ایزدی میں قبولیت کا شرف حاصل کرنے سے محروم تھیں۔ پھر وہ یہ بھی کہتے تھے۔ کہ خدا کی ہر صفت آج بھی ویسی ہی ہے جیسے گزشتہ زمانوں میں تھی۔ مگر دراصل خدا کے تکلم کی صفت سے اس طرح انکار کر رہے تھے۔ کہ گویا اب وہ خدا نہیں رہا جو آج سے ایک زمانہ پہلے حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ وہ اٰمنّا باللّٰہ کہتے تھے۔ لمبی لمبی تسبیحوں پر اذکار اللہ کا درود کرتے تھے۔ نہ صرف ان کے ہونٹ تر ہوتے اور حلق خشک ہوتا۔ زبان پر تو اللہ اکبر کا نعرہ ہوتا۔ مگر سینہ درد محبت سے قطعاً خالی ہوتا۔ پھر وہ ایسا خدا مانتے تھے۔ جو نعوذ باللہ بے کس اور بے بس۔ کیونکہ مسلمان یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہودی دشمنوں نے صلیب پر لٹکانا چاہا۔ تو خدا سے یہ تو نہ ہو سکا۔ کہ وہ آپ کو زمین پر ہی دشمنوں کے حملوں سے بچا لیتا بلکہ اس نے جبرائیل بھیج کر آسمان پر اٹھا لیا۔ اور ایک شخص کو اس کا ہم شکل بنا دیا۔ شائد اس لئے کہ یہود یہ معلوم ہونے پر کہ ان کا شکار خدا نے آسمان پر اٹھا لیا۔ آسمان کی طرف نہ اٹھ دوڑیں اور جا کر چھڑا لیں۔ انہیں مغالطہ میں رکھنے کے لئے حضرت مسیح کی شکل ایک اور پر ڈال دی۔ یہ کمزوری اور بے بسی کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اگر قدرت رکھتا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ دشمنوں کے سامنے حضرت مسیح علیہ السلام کو موجود رکھ کر پھر ان کے حملوں سے بچاتا۔ نہ کہ پوشیدہ طور پر آسمان پر اٹھا لیتا۔ اسی طرح مسلمان خدا تعالیٰ کا زبان سے تو اقرار کرتے ہیں مگر اقرار کرنے کے باوجود ان کے دل اس سے منکر ہو چکے تھے۔ موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی وہ انسان ہیں۔ جنہوں نے خدا کا حقیقی جلوہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے رکھا۔ آپ نے بتایا۔ خدا بڑی طاقتوں اور قدرتوں والا ہے۔ اس نے مسیح کو آسمان پر نہیں اٹھایا۔ بلکہ جس طرح اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غار ثور میں بٹھا کر دشمنوں سے بچایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلنے سے محفوظ رکھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں سے زندہ نکالا۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکنے کے باوجود انہیں زندہ رکھا اور ایک لمبے عرصے تک جو ۱۲۰ برس کی عمر میں ختم ہوا۔ انہیں کامیابی و کامرانی کے ساتھ پیغام رسالت کے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی ::

پھر آپ نے یہ ثابت کیا۔ کہ خدا تعالیٰ آج بھی اسی طرح کلام کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ بلکہ کلام کرتا اور بار بار کرتا ہے۔ جیسے وہ آج سے ایک زمانہ پیشتر انبیاء علیہم السلام سے ہمکلام ہوتا رہا۔ آپ نے اس کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور بتایا خدا تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ میں وہ باتیں کہتا ہوں جن کو پورا کرنا کسی انسان کی طاقت نہیں۔ مگر وہ پوری ہو جائیں گی۔ چنانچہ آپ نے براہین کے زمانہ میں فرمایا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ ویاتون من کل فج عمیق۔ یعنی دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ پھر فرمایا۔ انی مھین من اراد اھانتک جو شخص تیرے ذلیل کرنے کے لئے اٹھے گا۔ میں اسے ذلیل کر دوں گا۔

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار
کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں
پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

غرض اسی قسم کی بہت سی پیشگوئیاں آپ نے فرمائیں۔ اور دنیا نے دیکھا۔ کہ یہ تمام باتیں پوری ہو کر آپ کی صداقت کا نشان ثابت ہوئیں۔ پھر آپ نے خدا تعالیٰ کی قدرت اور ہیبت کا بھی دنیا کو مشاہدہ کرایا۔ دشمنان اسلام لیکھرام اور ڈوئی وغیرہ کو تیغ دعا سے ہلاک کر کے بتا دیا کہ اسلام کا خدا القادر خدا ہے وہ ہیبت اور جلال والا خدا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی وہ انسان ہیں۔ جنہوں نے اس زمانہ میں خدا تعالیٰ پر اصل ایمان پیدا کیا۔ اور رسم کو حقیقت سے بدل دیا۔ اسی سے آپ کی صداقت کا پتہ لگ سکتا ہے کیونکہ اگر آپ صادق نہیں تو خدا نما کس طرح بن گئے۔ آپ اگر اپنے آئینہ قلب کو مصفّیٰ نہیں کر چکے تھے۔ تو اس میں خدا کا چہرہ کیوں کر جلوہ گر ہو گیا۔ آپ ہی نے دنیا کو بتایا۔ کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ثابت کر دے گا" پس آپ خدا نما ہیں حق نما ہیں۔ اور قبلہ نما ہیں۔ اور آپ ہی حقیقی خدا پر یقین پیدا کرنے والے ہیں ہمیں یہ نعمت آپ ہی کے ذریعہ حاصل ہوئی ::

اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا کی نجات کے لئے خدائے پاک کی طرف سے مبعوث نہ فرمائے جاتے۔ تو قریب تھا کہ دنیا سے روحانیت کلی طور پر مفقود ہو جاتی۔ مگر خدا تعالیٰ چونکہ نہایت رحیم و کریم ہستی ہے۔ اور اپنے بندوں پر بے حد مہربان اس لئے جب اس نے دنیا کو گمراہی میں مبتلا پایا۔ تو آسمان سے وہ نور نازل کیا۔ جس نے پھر دنیا کو خدا کا چہرہ دکھایا۔ اور سعید الفطرت لوگوں کو اپنا والا و شیدا بنا دیا۔ زمانہ اسی بات کا مقتضا کر رہا تھا۔ حالات پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ کہ اب وقت ہے۔ کوئی مصلح مبعوث ہو۔ پس وہ مصلح ربانی احمد قادیانی کی شکل نورانی میں نازل ہوا۔ [illegible] کر کے خدا کی رضا حاصل کی ::

تمدن اسلام

اسلام اور مسئلہ انتقام

ایک مضمون میں جو الفضل ۲۹ نومبر ۱۹۳۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ بتایا گیا تھا۔ کہ اسلام کے نزدیک انتقام کی صحیح تعریف کیا ہے۔ اور اس کے متعلق اس میں کیا ہدایات دی گئی ہیں۔ بحث امروزہ میں جرح و تنقید سے یہ ثابت کیا جائیگا۔ کہ اس وقت دنیا میں حصول عدل و انصاف اور قیام امن و امان کے جو مشہور اور مقبول طریق ہیں۔ وہ اپنی حقیقی غرض و منشاء کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور دنیا میں امن و امان قائم رکھنے اور حصول انصاف و عدل کے لئے جو بھی موٹی موٹی تعلیمات رائج ہیں۔ اسلام کی پیش کردہ تعلیم لاریب ان سب سے بہترین ہے۔

عیسائی جو اس بارہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم تعامل اور عدم تعاون جو گاندھی جی کے اصول عدم تشدد اور خاموش مقابلہ کو بہترین اصل سمجھتے ہیں۔ وہ دراصل تصویر کا ایک ہی رُخ دیکھتے ہیں۔ اور ایک ہی پہلو کو مدنظر رکھ کر جو نتائج اخذ کئے جائیں۔ وہ یقیناً درست نہیں ہو سکتے۔ مثلاً عیسائیوں کا نقطۂ نگاہ یہ ہے۔ کہ زبردست کے سامنے اگر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے۔ تو وہ خود ہی اپنے کئے پر پشیمان ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ صورت صرف اسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب زبردست اور طاقتور کسی غلط فہمی کی بنا پر زیادتی کر رہا ہو۔ جیسا کہ مامورین اور مرسلین ربانی کے متعلق ہوتا ہے۔ ان کے مخالفین عموماً انہیں گمراہی اور ضلالت میں مبتلا سمجھ کر اپنی طرف سے انہیں راہ راست پر لانے کے لئے ان پر سختی اور تشدد کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن جب وہ لوگ ان مظالم اور سختیوں کو صبر و استقلال سے برداشت کرتے اور خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے بڑھتے جاتے ہیں۔ تو مخالفین کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ اور انہیں سمجھ آ جاتی ہے۔ کہ جسے وہ فریب خوردہ اور گمراہ سمجھتے تھے۔ وہ درحقیقت ایک زبردست روحانی اور اخلاقی طاقت کا مالک ہے۔ اور وہ اپنے کئے پر نادم و متاسف ہوتے ہیں۔ اور اس طرح ظالموں کا ظلم کرنا بھی ان کی ہدایت کا موجب ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے علاوہ ایک وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جن کی فطرت میں تو بدی نہیں ہوتی لیکن ایک وقتی اور فوری جوش اور اشتعال کے ماتحت اپنے عادات۔ رسم و رواج یا غصہ کی حالت میں دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں مگر جب مظلوم کی طرف سے صبر اور خاموشی دیکھتے ہیں۔ تو ان کی فطری نیکی وقتی جوش پر غالب آ جاتی ہے۔ لیکن دنیا میں ایک اور طبقہ ایسا بھی ہے۔ جس کی فطری نیکی اور شرافت کی حسیات مُردہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور جو اپنی شوکت و ہیبت کے مظاہرہ کے لئے دوسروں پر زیادتیاں اور تعدیاں کرتے ہیں۔ اور اسے ایک قابل تعریف فعل یقین کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مظلوم کی خاموشی اور صبر کے ساتھ مصائب کی برداشت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ وہ ایسی خاموشی اور صبر کو بزدلی اور ناطاقتی پر محمول کر کے اور بھی زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے رُعب و داب پر نازاں ہوتے ہیں۔ وہ کبھی سمجھ ہی نہیں سکتے۔ کہ انسان سوائے مجبوری کے کسی کو معاف بھی کر سکتا ہے۔ عدم مقاومت ایسے لوگوں کے لئے کسی فائدہ کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح وہ لوگ بھی اس اصل سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ جو اشاعت حق اور نشر صداقت کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے مضرت رساں خیال کرتے ہیں۔ صبر۔ خاموشی۔ صداقت شعاری محبت اور ہمدردی کے جذبات سے ان دونوں قسم کے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ سزا اور صرف سزا ہی سے ایسے لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ جب ان کی شرارتوں کا خاطر خواہ مقابلہ کیا جائے۔ اور ان کے کئے کی قرار واقعی سزا دی جائے۔ تو انہیں محسوس ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں عدل و انصاف بھی کوئی شئے ہے۔ پس عدم مقاومت اور خاموشی سے مظالم کی برداشت کا اصول خاص حالات میں تو مفید ہو سکتا ہے۔ مگر اسے ایک مکمل اصول اور کامل تعلیم نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ عیسائی حکومتوں نے اپنے حملہ آوروں کے مقابلہ میں اسے کبھی استعمال نہیں کیا۔

دوسرا طریق عدم تعاون اور عدم مقابلہ کا ہے۔ یہ بھی بعض مخصوص حالات کو مدنظر رکھ کر ایجاد کیا گیا ہے۔ اور اسی وقت کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ جبکہ حملہ آور قلیل اور جن پر حملہ کیا گیا ہو وہ کثیر التعداد ہوں۔ وگرنہ جب ایک مسافر پر جنگل میں کئی ایک ڈاکو حملہ آور ہوں۔ تو اس کا اصول عدم تشدد اور عدم مقاومت اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ ڈاکو موں کو اس سے کوئی خاص کام یا خدمت تو لینی نہیں۔ گہ وہ عدم تعاون یا ستیہ گرہ کے حربہ سے ان پر فتح پانے کی توقع رکھے۔ وہ تو چشم زدن میں اس کا سر قلم کر کے سب کھیل ختم کر دینگے۔ اس وقت وہ یا تو شدید مقابلہ سے اپنی جان بچا سکتا ہے۔ اور یا فرار اختیار کر کے

گاندھی جی کی تحریک کو اس حربہ سے اگر کچھ کامیابی ہوئی ہے۔ تو اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ انگریز اس ملک کے باشندے نہیں۔ اور ہندوستانیوں کا وجود ان کے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ فرض کرو۔ ہندوستان کی آبادی تیس کروڑ کے بجائے تیس لاکھ ہوتی۔ اور انگریز ان کی جگہ اپنے تیس لاکھ ہم وطنوں کو آباد کر سکتے۔ تو کیا یہ تحریک عدم تعاون ان کے لئے کسی ادنےٰ سے ادنےٰ نقصان کا بھی موجب ہو سکتی تھی۔ وہ فوراً ہندوستانیوں کو نکال کر اپنے ہم وطنوں کو ان کی جگہ کاموں پر لگا لیتے۔ اور ہندوستانیوں سے کہہ دیتے۔ جاؤ جا کر جنگلوں میں مارے مارے پھرو۔ اور فاقوں مرو۔ پھر اگر ایک حکمران قوم محکوم پر انتہائی تشدد اور مظالم کرنے پر تُلی ہوئی ہو۔ تو بھی عدم تعاون کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ فرض کرو۔ ہم اس زمانہ میں نہیں۔ بلکہ کسی ماضی بعید میں ہوتے۔ اور ہم پر کوئی ویسی وحشی قوم جو انسانی جان کی قیمت ہی نہ جانتی۔ حکمران ہوتی۔ تو کیا اس صورت میں یہ حربہ مفید ہو سکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ وہ اگر عدم تعاونیوں کو قید کرنے کے بجائے قتل کر دیتی۔ تو کیا اس حربہ سے ملک کو آزاد کرایا جا سکتا۔ قطعاً نہیں۔ اس کے علاوہ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو عدم تعاون اور عدم تشدد بذاتہٖ کوئی اصول نہیں ہیں۔ بلکہ اصل چیز وہ جذبہ اور خیال ہے۔ جسے ان دلفریب ناموں کے نیچے پوشیدہ کیا جا رہا ہے۔ اس تحریک کے چلانے والے اس امر کو بخوبی جانتے ہیں۔ کہ ہر ایک شخص یا اہل وطن کی ایک خاصی تعداد کو فوراً ہی ملک کی خاطر جان دینے پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اسے ایک عرصہ تک مقید رہنے اور مار کھانے کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں اگر فوراً ہی ملک کو بغاوت کے لئے کھڑا کر دیا جائے۔ تو خود ان لوگوں کی زندگیاں معرض خطر میں پڑ جاتی ہیں۔ جو اس کے روح رواں ہوں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ لیڈروں کے بغیر جنگ آزادی جاری نہیں رکھی جا سکتی۔ اس لئے عدم تعاون اور عدم تشدد کی آڑ لی گئی ہے۔ وگرنہ اصل مقصد ان لوگوں کا بھی یہی ہے۔ کہ ایک عام ایجی ٹیشن کے ذریعہ اہل ملک کو بیدار کیا جائے۔ اور لیڈر بھی بظاہر امن پسندی کی تلقین کے باعث کسی گرفت میں نہیں آ سکتے۔ لیکن جب یہ تحریک عام طور پر پھیل جائے گی۔ تو لوگ خود بخود ہی تشدد اور جارحانہ اقدام پر اُتر آئیں گے۔ یہ اصول جس کی تلقین اس وقت ہندوستان میں گاندھی جی کر رہے ہیں۔ انقلاب فرانس اور روس سے قبل ان ممالک کے لیڈر بھی سکھاتے رہے ہیں۔ اور ان کا انجام ان ممالک میں ہمیشہ بغاوت اور انقلاب کی صورت میں ہی ہؤا ہے۔ اور اگر ہندوستان میں کوئی انقلاب ہؤا۔ تو عدم تعاون کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس تشدد کے ذریعہ ہوگا جس کے لئے عدم تعاون کی آڑ میں زمین تیار کی جا رہی ہے۔

غرضیکہ تحریک عدم تعاون حصول انصاف اور قیام امن و امان کا کوئی مؤثر ذریعہ نہیں۔ بلکہ اس سے بدامنی اور فساد انگیزی کے لئے فضا تیار ہوتی ہے۔ اور اگر کبھی اس سے خاطر خواہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو نہایت ہی محدود اور مخصوص حالات میں۔ اس کے مقابلہ میں انصاف کو حاصل کرنے اور امن و امان قائم کرنے کے لئے اسلام نے جو تعلیم دی ہے۔ وہ ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے۔ اس سے کماحقہٗ فوائد بھی مترتب ہو سکتے ہیں۔ اور ہر موقعہ و محل کے لئے وہ قابل عمل بھی ہے۔ مگر چونکہ مضمون لمبا ہو گیا ہے۔ اس لئے اسے کسی آئندہ پرچہ میں درج کیا جائیگا۔

ایک قابل حافظ صاحب

ایک حافظ صاحب جو کہ تمام کتب درسیہ مولوی فاضل تک بخوبی پڑھانے کے سوا علم حکمت سے بھی کافی واقفیت رکھتے ہیں۔ اور علم قرأت کے ماہر ہونے کے علاوہ تبلیغی پہلو کو بھی بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ اور ایک خاص قسم کا لکھنا پڑھنا بھی جانتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب انکی خدمات کی ضرورت محسوس کریں۔ تو دفتر ہذا سے خط و کتابت فرماویں۔ (ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

رپورٹ نظارت دعوة وتبلیغ بابت ماہ فروری

جلسہ سالانہ سے قبل نظارت دعوت وتبلیغ کی رپورٹ پہلے پندرہ روزہ اور پھر ماہوار شایع ہوتی رہی ہے جس کی اشاعت میں تبلیغی سکرٹریوں کی امداد کا بھی بہت کچھ دخل رہا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ دسمبر سے ماہوار رپورٹ کی اشاعت معرض التواء میں ہے۔ اس التواء کی وجہ تو دراصل بعض غیر معمولی مصروفتیں ہی ہیں۔ لیکن وجہ خواہ کوئی بھی ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس التواء کے ساتھ ہی تبلیغی سکرٹریوں کی ماہوار رپورٹوں کی رفتار اور تعداد میں بھی کمی واقعہ ہوگئی ہے۔ اس لئے اور نیز میں نے اپنے اس فرض کو ادا کرنے کے لئے کہ نظارت ہذا کی خدمات و کارگزاریوں سے قوم کا آگاہ ہونے رہنا ضروری ہے۔ پھر ماہوار تبلیغی رپورٹوں کی اشاعت کا التزام کیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ اس وقت مختصر طور پر ماہ فروری کی رپورٹ احباب کے سامنے رکھتا ہوں ؛

تقسیم حلقہ جات

مبلغین کی تقسیم حلقہ جات کے لحاظ سے سخت دشواری پیش آرہی ہے جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ایک تو مبلغین کی قلت ہے۔ ایک ایک مبلغ کے سپرد کئی کئی اضلاع کئے گئے ہیں۔ اور دیر کے بعد اُن اضلاع کے دورہ کی باری آتی ہے۔ جن کے لئے کوئی مبلغ مخصوص ہے۔ دوسرے احباب کی طرف سے بھی اس تقسیم عمل میں آنے دن مشکلات پیدا کی جاتی ہیں وہ اپنے حلقہ کے مبلغ سے موقعہ پر کام نہیں لیتے بلکہ بعض دوسرے مبلغین میں سے کسی ایک یا دو کا مطالبہ مرکز سے کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ دوسرے علاقوں میں اسی قسم کی ضرورتوں کو پورا کر رہے ہوتے ہیں۔ جوان کو ہیں۔ اندریں حالات ان علاقوں سے نکال کر دوسرے علاقہ میں ان کا بھیجنا اُن کے اپنے حلقہ تبلیغ کے دوستوں کی شکایات کا موجب ہوتا ہے۔ اس قسم کی دقتوں اور شکایات کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔ اور اگر ایسی مشکلات کی رفتار بڑھتی چلی گئی۔ تو مجبوراً نظارت ہذا کو مناسب قوانین سے ان کا سدباب کرنا پڑے گا۔ حلقہ جات کی تقسیم فی الحال مبلغین کی تعداد کے لحاظ سے حسب ذیل طریق پر ہے۔ اس وقت کل تیرہ حلقے ہیں :-

(۱) ضلع لائل پور، منٹگمری، جھنگ، ملتان، ڈیرہ غازیخان اور مظفر گڑھ کے حلقہ میں مولوی عبدالغفور صاحب (۲) ضلع امرتسر اور گورداسپور مولوی غلام رسول صاحب آف راجیکی کے حلقہ میں۔ (۳) ضلع جالندھر۔ ہوشیار پور۔ فیروزپور۔ لدھیانہ اور ریاست پٹیالہ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری و مولوی عبدالرحمن صاحب بوتالوی کے سپرد۔ (۴) انبالہ کرنال اور رہتک مولوی محمد حسین صاحب کے سپرد۔ (۵) ضلع راولپنڈی کیمبل پور۔ جہلم۔ گجرات۔ شاہ پور مولوی محمد یار صاحب کے حلقہ میں (۶) ضلع سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ شیخوپورہ۔ لاہور مولوی ظہور حسین صاحب کے حلقہ میں (۷) صوبہ سرحد مولوی چراغ الدین صاحب۔ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مولوی عبدالواحد صاحب اور ملک محمد الطاف خان صاحب کے سپرد ہے ملک صاحب کو اپریل کے شروع میں بھیجا جائے گا (۸) علاقہ سندھ میر مرید احمد صاحب و مولوی محمد مبارک صاحب کے سپرد (۹) صوبہ یو۔ پی۔ مولوی غلام احمد صاحب مجاہد کے حلقہ میں (۱۰) علاقہ ملکانہ مولوی عبدالحی صاحب مولوی اقبال احمد صاحب و مولوی جلال الدین صاحب کے حلقہ میں (۱۱) صوبہ بنگال میں مولوی ظل الرحمن صاحب (۱۲) مالابار و سیلون میں مولوی عبداللہ صاحب مالاباری۔ (۱۳) ریاست کشمیر میں مولوی عبدالواحد صاحب کام کر رہے ہیں ؛

اس تقسیم سے ظاہر ہے۔ کہ نہ صرف ہندوستان کے اکثر صوبے ابھی کسی تبلیغی تنظیم کے ماتحت نہیں آئے۔ بلکہ پنجاب میں بھی ایک بڑا میدان خالی ہے۔ نظارت ہذا کو مبلغین کی تعداد بڑھانے کی سخت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ تاکہ کسی مبلغ کا حلقہ تبلیغ دو ضلعوں سے زیادہ نہ ہو۔ اُس وقت تک احباب کو نظارت ہذا کی مشکلات دیکھتے ہوئے تعاون سے کام لینا چاہیئے۔ اور جن علاقوں میں مبلغ نہیں ہیں۔ اُن کے احباب کو خود مبلغ بننے کی کوشش کرنی چاہیئے ؛

نقل وحرکت مبلغین

ماہ فروری میں بوجہ اس کے کہ رمضان شریف میں تین مبلغوں کو درس قرآن دینے کے لئے مرکز میں ٹھیرایا گیا تھا۔ اور ان کے علاوہ چار مبلغ رخصت پر تھے۔ اور جو مبلغ باہر تھے۔ وہ بھی رمضان شریف کی وجہ سے زیادہ سفر نہ کر سکتے تھے۔ یا بعض جماعتوں نے انہیں اپنی تربیت و درس قرآن کریم دینے کے لئے زیادہ دنوں تک اپنے پاس ٹھہرائے رکھا تبلیغی دوروں میں بہت کمی رہی ہے۔ تاہم مندرجہ ذیل اکاون مقامات میں مبلغ تبلیغی مہمات کی سرانجام دہی کے لئے پہونچے۔ اور انہوں نے جہاں جہاں احمدیہ جماعتیں قائم تھیں۔ وہاں تبلیغی فرائض کے علاوہ ان کی تربیت و اصلاح کی طرف توجہ کی۔ اور باہمی مناقشات اور تنازعات کو رفع کیا ؛

مظفر گڑھ[۱]۔ ڈیرہ غازیخان[۲]۔ کوٹ چھٹہ[۳]۔ بستی زنداں[۴]۔ جام پور[۵] (ضلع ڈیرہ غازیخاں) کھاریاں[۶]۔ ننال[۷]۔ جبشہ[۸]۔ بھمبلا[۹]۔ لوز نگ[۱۰]۔ کھمبر[۱۱] (ضلع گجرات) غوث گڑھ[۱۲]۔ سامانہ[۱۳]۔ محمود پور[۱۴]۔ پٹیالہ[۱۵]۔ دھوری[۱۶]۔ سنگرور[۱۷]۔ سنام[۱۸]۔ رائیپور[۱۹]۔ نابھہ[۲۰]۔ برنالہ[۲۱]۔ بجدوڑ[۲۲] (ریاست پٹیالہ) کریام[۲۳]۔ راہوں[۲۴]۔ بیرسیاں[۲۵]۔ کریم پور[۲۶]۔ لنگڑوئیہ[۲۷]۔ کریام[۲۸]۔ نواں شہر[۲۹]۔ بنگہ[۳۰]۔ کمودر[۳۱]۔ شیخواں[۳۲]۔ کنسیال[۳۳]۔ گمٹس[۳۴] (ضلع جالندھر) ببیل پور[۳۵]۔ مورنڈہ[۳۶]۔ اثرپور[۳۷]۔ خانپور[۳۸]۔ سرہند[۳۹] (ضلع انبالہ) امرتسر[۴۰] شیخوپورہ[۴۱]۔ ننکانہ[۴۲]۔ جڑانوالہ[۴۳]۔ آنبہ[۴۴] (ضلع شیخوپورہ) دسنی دیو[۴۵] (ضلع سیالکوٹ) جموں[۴۶]۔ ریاسی[۴۷]۔ پونچھ[۴۸]۔ بردوئی[۴۹]۔ مانڈی[۵۰]۔ رتھال[۵۱] (کشمیر) پنجاب کے اندر ماہ فروری میں تبلیغی دوروں کی یہ مختصر فہرست ہے۔ صوبجات بنگال۔ مالابار۔ سرحد کے مبلغین اپنے اپنے علاقوں میں ایک ہی مقام پر درس قرآن کریم دیتے رہے۔ صوبہ یو۔پی میں عرصہ زیر رپورٹ میں کوئی مبلغ نہ تھا۔ صوبہ سندھ کے دونوں مبلغ رخصت پر رہے۔

مناظرے و جلسے

غوث گڑھ[۱] ضلع لدھیانہ۔ اثرپور[۲] ضلع انبالہ۔ آنبہ[۳] ضلع شیخوپورہ۔ کوٹ چھٹہ[۴] ضلع ملتان۔ دسنی دیو[۵] ضلع سیالکوٹ میں غیر احمدی علماء سے مناظرے ہوئے اور چک جھمبور[۶] و آنبہ[۷] ضلع شیخوپورہ میں جماعت احمدیہ کے جلسے بھی ہوئے

سیکرٹریان تبلیغ

مندرجہ ذیل جماعتوں کی طرف سے تبلیغی رپورٹیں بابت ماہ جنوری موصول ہوئیں :-

سکھر[۱]۔ اٹھوال[۲]۔ چک نمبر ۵۶۵[۳]۔ کڑیال[۴]۔ اجنالہ[۵]۔ رنگپور[۶]۔ چندرکے گولے[۷]۔ سیانوالی[۸]۔ فانالزالی۔ مڈھ رانجھہ[۹]۔ سرگودہ[۱۰]۔ چک ۹۹ شمالی[۱۱]۔ آنبہ[۱۲]۔ کرم پورہ[۱۳]۔ حسن پور[۱۴]۔ منٹگمری[۱۵]۔ سنور[۱۶]۔ پٹیالہ[۱۷]۔ پونچھ[۱۸]۔ بالاکوٹ[۱۹]۔ مردان[۲۰]۔ خیبر ایجنسی[۲۱]۔ اٹاوہ[۲۲]۔ ریالہ خورد[۲۳]۔ مظفر گڑھ[۲۴]۔ جوڑہ[۲۵]۔ سکندرآباد[۲۶]۔ رسوائے منٹگمری و بالاکوٹ کی جماعت کے جس نے کسی قدر کام کر کے دکھایا ہے۔ باقی جماعتوں کی کارگزاری گزشتہ ماہ میں صفر کے برابر ہے۔ محض فارموں کی خانہ پُری کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور بعض نے وہ بھی صحیح طور پر نہیں کی۔ انفرادی تبلیغ کی طرف توجہ بہت کم ہے۔ اخبارات و رسائل سلسلہ کی اشاعت بڑھانے میں کوشش نہیں کی گئی ؛

انصار اللہ

جماعتوں کی طرف سے اس شکایت کی بناء پر کہ دعوة وتبلیغ کی طرف سے جو لائحہ عمل جماعت کے سامنے گزشتہ سالوں میں رکھا جاتا ہے بہت لمبا اور پیچیدہ ہوتا ہے۔ میں نے سال ۱۹۳۱ء کے لئے ایک مختصر سا لائحہ عمل تجویز کیا ہے۔ جو طبع کرا کر تبلیغی سکرٹریوں کو ۱۸ فروری کو بھجوایا جا چکا ہے۔ اس لائحہ عمل کی غرض اُسی میں بیان کر دی گئی ہے۔ کہ نظارت دعوة وتبلیغ کا پروگرام اس سال یہ ہے۔ کہ ہر جماعت میں انجمن انصار اللہ قائم کی جائے اور اس میں صرف ایسے احباب کو شامل کیا جائے۔ جو خوشی سے کچھ دن خالصاً تبلیغ کے لئے مقرر کر کے کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔ سکرٹری انجمن انصار اللہ وہی ہوگا۔ جو جماعت کا سکرٹری تبلیغ ہے۔ کوئی دوسرا آدمی اس انجمن کا سکرٹری نہیں بننا چاہیئے۔ انجمن انصار اللہ کے ممبروں کے اسماء سکرٹری تبلیغ کو ایک رجسٹر میں درج کرنے چاہئیں۔ اور ایک فہرست دفتر دعوة وتبلیغ میں بھیجنی چاہیئے۔ جس میں ہر ایک نام کے آگے تبلیغ کے لئے ایام وقف کی تعداد بھی نوٹ ہونی چاہیئے۔ مثلاً یہ کہ زید جو انجمن انصار اللہ کا ممبر ہے۔ وہ ہفتہ میں ایک دن تبلیغ کے لئے دیگا۔ یا پندرہ دن میں ایک دن یا دو دن۔ یا مہینہ میں دو دن۔ یا سال میں اکٹھے پندرہ دن یا ایک ماہ مگر جتنے ایام وہ ہفتہ وار یا ماہوار یا سالانہ اپنے لئے خود مقرر کرے گا۔ ان میں اُسے لازماً نظارت ہذا کی ہدایات کے ماتحت اس گاؤں میں جہاں اسے مقرر کیا جائیگا اعلائے کلمۃ اللہ و خدمات سلسلہ سرانجام دینی ہونگی۔ انصار اللہ کے لئے جو ۱۲ مضامین مقرر کئے گئے ہیں۔ ان کے متعلق انشاء اللہ عنقریب اخبار میں نوٹ شایع کر دیئے جائینگے۔ اسوقت تک مبلغین کے ذریعہ سے یا تبلیغی سکرٹریوں کے ذریعہ سے انصار اللہ کی تعداد ۵۶۹ ہے جن جماعتوں کی طرف سے یہ انصار اللہ پیش ہوئے ہیں۔ یا آئندہ مہینے کے اندر جو اور انصار اللہ جماعتوں کی طرف سے پیش ہونگے۔ ان کی تعداد اور جماعتوں کے نام انشاء اللہ ماہ مارچ کی رپورٹ میں جو اپریل کے شروع میں تیار کی جائیگی۔ شایع کی جائیگی

تبلیغ اچھوت اقوام

گذشتہ تین ماہ کے اندر اچھوت اقوام سے نومسلین کی تعداد مع بچوں اور عورتوں کے ۱۱۴ ہے۔ سردار حق نواز خان صاحب قابل شکریہ ہیں۔ جن کی ہمت سے نومسلین کے آٹھ خاندان زراعتی کاروبار کے لئے اُن کے پاس جاچکے ہیں۔ اور چھ خاندان اور بھی انہوں نے طلب کئے ہیں (ان ۱۴ خاندانوں کا کرایہ ریل وغیرہ انہوں نے اپنے پاس سے دیا ہے جزاہم اللہ

فرشتے بن کر خلیفہ کی اطاعت کرو

بہت لوگ ہیں۔ جو جماعت کے اصول کو نہیں سمجھتے۔ وہ تحسبھم جمیعاً و قلوبھم شتّٰی ذالک بانھم قومٌ لا یعقلون ۵ کے مصداق ہوتے ہیں۔ ظاہری اجتماع کوئی چیز نہیں۔ جب تک دل نہ ملیں۔ کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ جب صحابہ کی تعداد چند سو ہوگئی۔ تو بڑی خوشی اور دلولے سے کہنے لگے اب ہمیں کیا ڈر ہے۔ اب ہم دنیا کو فتح کرلیں گے۔ چنانچہ انہوں نے دنیا کو فتح کر کے دکھا دیا۔ مگر اس وقت کروڑہا مسلمان ہیں۔ صرف ہندوستان میں ہی سات کروڑ کے قریب ہیں۔ مگر دین و دنیا کے ہر پہلو سے خواب و خستہ ہو رہے ہیں۔ وجہ یہ کہ قلوبھم شتّٰی الخ نمازیں اکٹھی پڑھتے ہیں۔ انجمنیں بناتے ہیں۔ مگر اتحاد اور اتفاق نہیں۔ بات بات میں جھگڑا اور فساد ہے۔ یاد رکھو! جو شخص جماعت میں شامل ہوتا ہے۔ مگر اس کا دل پھٹا ہوا ہے۔ یقیناً وہ جماعت میں نہیں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ من فَارَقَ الجماعَۃَ شِبرًا فقد خلَعَ رِبقۃَ الاسلامِ من عنقہٖ (ابوداؤد) جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے الگ ہوا سمجھو۔ کہ اسلام کی رسی اس کی گردن سے نکل گئی۔ مگر جو دل سے ہی الگ ہو۔ اس کا کیا ٹھکانا۔

انبیاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بار بار جماعتیں بناتا رہتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ایک بہت بڑی جماعت بنائی گئی۔ اور الف بین قلوبھم کا نظارہ دکھایا گیا۔ مگر اس وقت ان میں قلوبھم شتّٰی کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے احمدیت کے رنگ میں اسے نئے سرے سے قائم کیا۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ کہ یہ جماعت پھلے اور پھولے۔ اس لئے فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے اگر کوئی اس میں شامل رہنا چاہے۔ تو وہ نہیں رہ سکتا۔ اس کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔ ایسے لوگ یا تو مرتد ہو جائیں گے اور یا غیر مبایعین میں شامل ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسے نظارے ہم وقتاً فوقتاً دیکھتے رہتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا تقولوا للمنافقِ سیدٌ فانہٗ ان یکُ سیدًا اسخطتم ربکم عزّ و جلّ۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۲۲) یعنی منافق کو دل سے سردار مت کہو۔ کیونکہ اگر اسے سردار سمجھ لوگے۔ تو اس کی اطاعت فرض ہو جائے گی۔ اور منافق کی اطاعت انسان کو خود منافق بنا کر الٰہی ناراضگی کا مستحق بنا دیگی۔

ایک حدیث ہے۔ من حمی مؤمنًا من منافقٍ بعث اللہ لہٗ ملکًا یحمی لحمہٗ یوم القیامۃ من نار جہنم الخ (ابوداؤد) یعنی اگر کوئی شخص مومن کو منافق سے بچائے تو اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ متعین کرے گا۔ جو قیامت کے دن اس کے گوشت کو جہنم سے بچائے گا ایک حدیث میں وارد ہے۔ اذا اخرج ثلٰثۃٌ فی سفرٍ فلیؤمّروا احدھم (ابوداؤد) یعنی اگر تین شخص بھی سفر کو نکلیں۔ تو ایک کو امیر بنالیں۔ زندگی ایک سفر کی حالت ہے۔ پس جب دنیاوی کاموں کے لئے جماعت میں ایک امیر کی ضرورت ہے۔ تو روحانی امور میں کیوں نہ ہو۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک امیر مل جائے۔ تو پھر نور علےٰ نور ہے۔ خلیفہ کا وجود دین و دنیا کے معاملات میں ایک امیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جسکو اللہ تعالےٰ نے بنایا ہے۔ پس حقیقی اور سب سے بڑا اصول جو اللہ تعالےٰ کی نظر میں بھی پسندیدہ ہے۔ وہ خلیفہ کے ساتھ تعلق ہے۔ جس قدر یہ تعلق محبت میں۔ اور اطاعت میں شدید ہوگا۔ اسی قدر جماعت مستحکم ہوگی۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس راز کو سمجھیں۔ یہ وہ معشوق نہیں۔ جس کی محبت سے آپس میں منافرت پیدا ہو۔ بلکہ یہ وہ محبوب ہے کہ جو اس سے محبت کرے وہ اس کا محبوب ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح آپس کے دلوں میں محبت بڑھتی ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ جو شخص خدا کے خلیفہ سے مغائرت رکھتا ہے۔ اس کی شخصیت میں۔ اور اس کے کاموں میں۔ اور اس کے کارکنوں میں نکتہ چینی کرتا رہتا ہے۔ وہ مفسد ہو جاتا ہے۔ اور اگر توبہ نہ کرے۔ تو آخر جماعت سے کٹ جاتا ہے۔ لاریب خلیفہ سے بعض عقائد میں اختلاف جائز ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ جا و بیجا اختلاف کا ذکر کرتا رہے تاکہ لوگوں کے دلوں سے خلیفہ کی عظمت اٹھ جائے۔ اور جماعت کا وقار کم ہو۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں۔ ہم نیک نیتی سے اعتراض کرتے ہیں۔ ہماری غرض فتنہ و فساد کی نہیں۔ بلکہ اصلاح کی ہے۔ اور جھٹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ پیش کر دیتے ہیں۔ کہ آپ نے مال غنیمت کی ایک چادر کا کرتا بنایا تھا۔ تو ایک شخص نے اعتراض کر دیا تھا۔ کہ ایک چادر سے کرتا کس طرح بن گیا۔ اور جب تک ان کے بیٹے نے یہ شہادت نہ دی۔ کہ میں نے بھی اپنی چادر انہیں دے دی تھی۔ تب تک اس نے ان کی بات نہ سنی۔ مگر اس نے تو اپنے شبہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کر دیا تھا۔ اور تم چپکے چپکے دوسرے کے کانوں میں پھونکتے رہتے ہو۔ اور ایسے لوگوں کے کانوں میں جو نئے یا کم فہم اور کم علم ہوتے ہیں۔ تمہیں کس طرح نیک نیت سمجھا جائے۔ تمہارے رویہ سے اصلاح نہیں ہوتی۔ بلکہ جماعت میں بدظنی پھیلتی ہے۔ اور کمزور دل اور کم فہم اور کم علم لوگوں میں منافقت کا رنگ آجاتا ہے۔ پس تمہارے اس رویہ کو نیک نیتی پر مبنی کس طرح سمجھا جائے۔ اگر نیک نیتی ہے۔ تو ہر اعتراض کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے حضور پیش کرو۔ براہ راست یا بتوسط امیر جماعت۔ اور اعتراض بھی اس طرح نہ ہو۔ کہ ہم نے سنا ہے۔ یا عام طور پر یہ ہوتا ہے۔ یا وہ ہوتا ہے بلکہ ہر اعتراض تحقیق کی بنا پر ہو۔ اور نقص پر انگلی رکھی جائے۔ کہ یہ نقص ہے۔ جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ والا معاملہ ہے۔ اور اس پر جو حکم آئے۔ اسے خوشی سے قبول کرو۔ اور اگر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کسی مصلحت سے جواب نہ دیں۔ تو خاموش رہو

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

آخر تمہیں کوئی ولایت کا دعوےٰ نہیں۔ نہ الہام کے مدعی ہو نہ تم جماعت کے کاموں کے ذمہ وار ہو۔ اللہ تعالےٰ نے جس کو خلیفہ بنایا ہے۔ وہ جماعت کا ذمہ وار ہے۔ اگر اس میں کوئی نقص ہوگا۔ تو وہ اللہ تعالےٰ کے آگے جواب دہ ہے۔ اللہ تعالےٰ خود اس کے لئے اصلاح کے سامان پیدا کر دیگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۳۱ء میں جماعت کی بعض کمزوریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"بعض لوگ بجائے اس کے کہ اپنا نقص دیکھیں۔ اور اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ دوسروں کے نقائص دیکھتے رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہی کہتے ہیں۔ جماعت میں یہ نقص پیدا ہو گیا۔ وہ نقص پیدا ہو گیا۔ مگر یاد رکھو! **ایسا شخص منافق ہوتا ہے** اگر وہ خود اخلاق کے اس مقام پر پہنچا ہوتا۔ جو اسلام کا مطمح نظر ہے۔ تو کبھی ایسی باتیں نہ کرتا۔ کیونکہ جو شخص اس مقام پر پہنچ جائے۔ وہ عام نصیحت تو کر سکتا ہے۔ مگر بے چینی اور بیدلی کبھی نہیں پھیلاتا۔ اب دیکھو! میں نے بھی جو کچھ بیان کیا ہے۔ یہ بھی تو جماعت کو نقائص اور کمزوریوں کی طرف ہی توجہ دلائی ہے مگر کیا کوئی ہے۔ جو اس خطبہ کو سن کر یہاں سے مایوس ہو کر اٹھے۔ باوجودیکہ میں نے بھی کمزوریوں کی طرف ہی متوجہ کیا ہے۔ **منافق مایوسی پیدا کرتا ہے۔ اس کی غرض اصلاح نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ تباہ کرنا چاہتا ہے۔** پس اپنے اخلاق کو اس نقطہ نگاہ سے نہ دیکھو کہ دوسروں کی کیا حالت ہے۔ بلکہ تمہارے پیش نظر وہ مقام ہونا چاہیئے۔ جس پر خدا تعالےٰ کھڑا کرنا چاہتا ہے"

غرض پہلا اصل جماعت بندی کا یہ ہے۔ کہ امام کے ساتھ محبت اور اطاعت کا تعلق ہو۔ اس کے بعد آپس کے تعلقات بھی اچھے ہونے چاہئیں۔ اگر آپس کے تعلقات میں خدانخواستہ کچھ نقص ہو تو امام کے تعلق کو نہ چھوڑو۔ وہ تعلق اگر قائم رہے۔ تو اپنے تعلقات کے نقائص آہستہ آہستہ دور ہو جائیں گے۔ کیونکہ آپس کے جھگڑے زیادہ تر خلافت سے اختلاف کی وجہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں ؂

مجھے ایک دوست نے بتایا ہے۔ یہاں ایک شخص ہے۔ جو احمدی کہلاتا ہے۔ مگر حقیقتاً بہائیوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ وہ ایک دن بہائیوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں ایک پرانے احمدی آ گئے۔ میں نے نہیں کہا کہ یہ بہائی ہو گئے ہیں۔ اس پر پرانے احمدی نے کہا اصل بات تو یہ ہے کہ کہیں رہیں نیک رہیں۔ مجھے یہ سن کر تعجب بھی ہوا اور رنج بھی۔ معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے ابھی تک یہ نہیں سمجھا۔ کہ حقیقی نیکی کیا ہے۔ اگر حقیقی نیکی احمدیت سے باہر بھی مل سکتی ہے۔ تو پھر احمدی ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور لوگوں کو تبلیغ کرنے کا کیا فائدہ۔ ان کو چاہئیے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے لیکچر جلسہ مہوتسو کو پڑھیں جس میں بتلایا ہے۔ کہ حقیقی نیکی کیا ہے۔ اور نیز یہ کہ وہ اسلام سے باہر رہ کر نہیں مل سکتی۔ حقیقی نیکی خدا اور رسولؐ کے احکام کی متابعت میں ہے۔ نہ کہ اپنی خواہشات کی پیروی میں :-

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ :- اب حقیقی نیکی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے توسط سے مل سکتی ہے۔ کیونکہ آپ خاتم الاولیاء ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دوست قومیت اور جماعت کے اصول اور ان کے فائدہ سے بھی پوری طرح واقف نہیں۔ عیسائی اپنی قوم بڑھا رہے ہیں۔ ہندو اگر بڑھا نہیں سکتے۔ تو تعداد ہی زیادہ دکھلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ کہیں رہیں نیک رہیں۔ خود احمدی ہیں اور احمدیت کی تبلیغ بھی کیا کرتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ یہ خیال کہ کہیں رہیں نیک رہیں۔ ایک معمہ ہے۔ حالانکہ ایک احمدی کے مرتد ہونے پر رنج ہونا چاہئیے اور تڑپ ہونی چاہئیے۔ کہ لوگ احمدی ہوں :-

ایک وجہ اختلاف کی حریت کا غلط مفہوم ہے۔ ہر شخص آزادی کا خواہاں ہے۔ مگر آزادی کے یہ معنی نہیں کہ مادر پدر آزاد ہو جائے اور جو چاہے کرتا پھرے اور کہتا پھرے۔ ایسی آزادی دنیا میں کسی کو نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کوئی گورنمنٹ دے سکتی ہے۔ خواہ اپنی گورنمنٹ ہو یا غیر کی ایسی آزادی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ حقیقی آزادی یہ ہے۔ کہ انسان کو اپنے اقوال اور افعال کو تمدنی اخلاقی اور سیاسی قواعد کے ماتحت کرنا پڑتا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ بعض لوگ غلامی اور اطاعت میں فرق نہیں کرتے۔ غلامی ترقی کی راہوں کو بند کرتی ہے۔ مگر اطاعت ترقی کی راہوں کو کھولتی ہے۔ حقیقی ترقی فرمانبرداری میں ہے دنیا میں سب سے زیادہ آزادی کے پھیلانے والے انبیاء ہوتے ہیں۔ مگر دیکھ لو۔ ان کی جماعتیں کس قدر فرماں بردار ہوتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں من اطاعنی فقد اطاع اللہ تعالیٰ ومن عصانی فقد عصی اللہ تعالیٰ۔ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی۔ اور نیز فرماتے ہیں۔ من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ تعالیٰ۔

اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امراء اور خلفاء کی اطاعت نہ کرتے تو وہ ترقی جو ان کو ہوئی کہاں ہو سکتی تھی :-

پھر بعض لوگ کہ دیتے ہیں۔ ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے حالانکہ مومن کیلئے روحانی سزا ہی سخت سزا ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں بعض لوگ جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ تو ان کو یہ سزا دی گئی کہ آئندہ جنگ میں شریک نہ ہوں۔ تو جہاں محبت ہو وہاں اظہار ناراضگی یا قربانی سے روک دینا ہی بڑی سزا ہوتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ ہیں بالفاظ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرشتے بن کر آپ کی اطاعت کرو۔ کہ اسی میں دینی و دنیوی فلاح ہے

خاکسار برکت علی امیر جماعت شملہ عفی اللہ عنہ

سرمہ مسیحائی

ضعف بصر کیلئے اکسیر اعظم ہے اسکی مداومت کرنیوالا دن کوتارے دیکھ سکتا ہے۔ ہزاروں شہادتوں کی ایک ہی شہادت مصدقہ حضرت مسیح موعود ع قیمت عہ

سرمہ لاثانی تمام امراض چشم خصوصاً ککرہ لاعلاج ککروں کا تریاق ہے ہزار ہا بندگان کا مصدقہ ہے قیمت عہ

حیرت انگیز مقوی دوا مایوسوں ضعیفوں بوڑھوں کیلئے ہمیشہ اور تمام بدنی کمزوریوں کی اکسیر۔ سل دق اور کہنہ بخاروں کا حکمی علاج ہے۔ جس کی تصدیق فاضل اجل علامہ دہر مولانا حکیم عبید اللہ صاحب بسمل احمدی سابق پروفیسر ریاستہائے رامپور و بھوپال نے بڑے زوردار لفظوں میں کی ہے قیمت فی شیشی خورد عہ کلاں پہ

حکیم عبد الغنی شفاخانہ خادم صحت دار الفضل قادیان پنجاب

رشتہ کی ضرورت

ایک لکھی پڑھی لڑکی کیلئے رشتہ درکار ہے۔ لڑکا مبایع احمدی برسرروزگار ہو۔ معقول آمدنی تجارت یا ملازمت سے رکھتا ہو۔ قوم کا کمہار بالضرور ہو۔ بقیہ حالات خط وکتابت سے دریافت ہوں

م۔ معرفت دفتر طبع و اشاعت قادیان

تلی — تلی — تلی

امریکن ڈاکٹروں کا بیان ہے۔ کہ یہ دوا تلی کے مریضوں بچے اور بڑی عمر والوں کے لئے یکساں مفید ہے لطف یہ ہے تلی جتنی بڑھی اور سخت ہو اتنی ہی جلد فائدہ ہوتا ہے ضرور تمند بھائی آزمائش کریں قیمت ایک اونس عہ

ڈاکٹر محمد حسن احمدی ایم ڈی ایچ ایس

بیری اکبر پور کان پور

ترقی کا راز

سپورٹس کی اشیاء رعایتی قیمتوں پر احمدی فرم سے حسب الارشاد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خرید فرمادیں۔ انگلستان جس جس چیز کے ذریعہ ترقی کر کے ½ حصہ دنیا پر قابض ہوا۔ وہ سپورٹس ہے اس لئے احباب سپورٹس مین بننے کی کوشش کریں :-

والی بال کیس زرد رنگ ۱۲ پینلز	اول درجہ	فی عدد	پہ
" " رنگین سرخ و سبز	دوم " درجہ اول	"	عہ
" نیٹ عمدہ	اول درجہ فیتہ دو طرفی	"	صہ
" " " " دوم " یک طرفہ		"	للعہ
" " " " سوم " " "		"	سعہ
بلیڈر نمبر ۵ برائے والی بال نمبر ۵		"	۱۲
ہاکی سٹکس لیڈر سیون اول درجہ رگدار عمدہ قسم		"	بعہ
" " " " دوم " درجہ "		"	سعہ
" لیڈر لبونڈ " اول " عمدہ قسم		"	عہ
" " " " " دوم "		"	عہ
" بال سفید چمڑہ	اول ورلیکارڈ کراؤن	"	عہ
" " " "	دوم سولجر	"	عہ
" " " "	سوم پاپولر		عہ

نظام اینڈ کو شہر سیالکوٹ

صرف ایک دفعہ تین سو روپیہ لگا کر

ایک سو روپیہ ماہوار منافع حاصل کیجئے

ہمارا آہنی خراس ریل پیل لگا کر چھ روپے روزانہ آمدنی اور خرچ نکال کر خالص منافع یکصد روپیہ رہیگا۔ خراس کے حالات اور تخمینہ طلب فرمائیے اور ہمارے تیار کردہ آہنی رہٹ چارہ کترنے کی مشین رچاف کٹر) انگریزی ہل نیشکر کے بیلنے جات بادام روغن نکالنے۔ قیمہ بنانے اور سیویاں تیار کرنیکی بے نظیر نو ایجاد مشینیں رائس ہلرز (چاولوں کی مشینیں) دستی پمپ و دیگر ہر قسم کی مشینری سگانے کیلئے رجو سفید اور کارآمد مضبوط ہونے کے علاوہ بے حد ارزاں بھی ہیں اور جن کی روز بروز مانگ بڑھ رہی ہے :-

ہماری باتصویر فہرست

مُفت

طلب کیجئے

ایم۔ اے۔ رشید اینڈ سنز بٹالہ ضلع گورداسپور

(پنجاب)

بے روزگاری سے نجات

گھر بیٹھے تجارت کر کے فائدہ اٹھائیے

کٹ پیس کا بنا مال اور بالکل نئے دلکش ڈیزائن مال نہایت اعلیٰ اور قیمتیں پہلے سے کم۔ دوکاندار اصحاب کے لئے نادر موقع ہے۔ نمونہ کی گانٹھ جس میں مختلف قسم کے کٹ پیس ہیں۔ قیمت ڈیڑھ سو روپیہ اس سے بڑی گانٹھ کی قیمت تین سو روپیہ ہے تھوک فروشی نرخ ہیں۔ مال میں حسب خواہش تبدیلی ہو سکتی ہے اپنی مارکٹ کی ضروریات لکھ بھیجئے۔ ولایت اور امریکہ کی سربند گانٹھیں آٹھ سو سے ہزار روپیہ تک اور ان میں اڑھائی فی صدی رعایت ہوگی سب روپیہ پیشگی آنے پر دو روپیہ سیکڑہ مزید ڈسکاؤنٹ اور مال کی روانگی میں ترجیح دی جائے گی۔ دس فی صدی روپیہ بہر حال پیشگی آنا چاہیئے :-

غیر تاجر اصحاب

اور چھوٹے مقامات کے دوکاندار چھوٹی گانٹھیں منگوائیں قیمت پچاس روپیہ فی گانٹھ جس میں نہایت مفید کپڑا ہوگا۔ ایک گانٹھ میں گھر کے سب چھوٹے بڑوں کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں "کم خرچ بالا نشین" زنانہ مردانہ حسب منشاء لمبائی کے ٹکڑے بھیجے جائیں گے۔ ایک گانٹھ منگوا کر دیکھئے کتنی بچت ہوتی ہے :-

نوٹ:- جملہ آرڈروں پر کرایہ مال گاڑی اور نصف کرایہ سواری گاڑی ہمارے ذمہ۔ کل قیمت مال پیشگی بھیجنے والے کو دو فی صدی مزید کمیشن دی جائیگی۔ معقول تنخواہ اور کمیشن پر ہر چھوٹے بڑے مقام میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے :-

دی اینگلو امریکن ٹریڈنگ کمپنی

بمبئی نمبر ۸

اولاد نرینہ

جب حمل قرار پا چکے۔ تو حاملہ کو دوسرے مہینہ کے درمیان یہ دوائی صرف ایک ہی دفعہ کھلا دینے سے خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے امید واثق ہے۔ لڑکا پیدا ہوگا۔ اور اولاد نرینہ کے آرزومند اس نعمت الٰہی سے ضرور فائدہ اٹھائیں :-

قیمت صرف دس روپیہ علاوہ محصولڈاک

منیجر شفاخانہ ولپذیر سلانوالی ضلع شاہپور

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— ۲۰ مارچ کو دہلی میں ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی پر ہندو مسلم عمائد کی ایک کانفرنس ہوگی جس میں گاندھی جی فرقہ وار مسائل کے متعلق سمجھوتہ کرانے کی کوشش کرینگے۔ اگر اس میں صرف کانگریسی خیال کے مسلمانوں کو مدعو کیا گیا۔ جیسا کہ اطلاعات آمدہ سے مترشح ہوتا ہے۔ تو اس کا انعقاد اور عدم انعقاد برابر ہے۔ عامۃ المسلمین اسکے قطعاً پابند نہیں ہونگے۔

—— اٹاوہ سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں اسیران سیاسی کی رہائی پر ان کا جلوس نکالا گیا۔ اس گاؤں میں پولیس کی تعزیری چوکی موجود ہے جس سے پبلک کا تصادم ہوگیا۔ پولیس نے گولی چلائی۔ دو ہلاک اور تین مجروح ہوئے۔

—— حکومت نے عطاء اللہ بخاری امرتسری اور حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو رہا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے سید عطاء اللہ کو تو رہا کر دیا گیا ہے۔ مگر حبیب الرحمٰن کو نہیں کیا جائیگا۔

—— بلقان میں ۱۰ مارچ کو جو زلزلہ آیا۔ اس میں ۱۴ گاؤں روئے زمین سے بالکل نیست و نابود ہوگئے۔

—— یو۔پی کے ایک گاؤں فتح پور میں ایک تحصیلدار جب مالیہ کی وصولی کے لئے جو سول نافرمانی کی وجہ سے ادا نہیں ہوا تھا گیا۔ تو کہا جاتا ہے۔ دیہاتیوں نے اس پر حملہ کر کے جان سے مار دیا۔ پولیس ہیڈ کنسٹیبل اور چپڑاسی کو بھی جو اس کے ساتھ تھے پیٹا گیا۔ ہیڈ کنسٹیبل نے فائر کئے جس سے ایک بلوائی ہلاک اور دو زخمی ہوئے۔ صلح کے بعد بھی کانگریسیوں کی یہ شورہ پشتی نہایت شرمناک ہے۔

—— ۱۲ مارچ کو کانگریس ہاؤس بمبئی میں والنٹیروں کے درمیان فساد ہوگیا۔ کیونکہ بعض والنٹیر معاوضہ طلب کر رہے تھے۔ بیس کے قریب والنٹیر زخمی ہوئے۔ پولیس نے آکر امن قائم کیا۔ گویا پولیس کی خدمات سے کانگریس کے خاص رضاکار بھی بے نیاز نہیں۔

—— گاندھی جی نے میجر گراہم پول ممبر پارلیمنٹ کو تار دیا ہے۔ کہ میں لنڈن آکر گول میز کانفرنس میں حصہ لینے کیلئے تیار ہوں۔

—— احمد آباد میں گاندھی جی کی تقریر کے موقعہ پر بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے جو پانچ عورتیں زخمی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک فوت ہوگئی ہے۔

—— گورنر پنجاب کے حملہ آور ہری کشن کی سزائے پھانسی کے خلاف پریوی کونسل میں اپیل کی جا رہی ہے۔

—— وائسرائے نے برما کی بغاوت کے سلسلہ میں ایک اور آرڈیننس جاری کیا ہے۔ جس میں لوکل حکومتوں کو اختیار دیدیا ہے۔ کہ باغیوں کے مقدمات کی سماعت کے لئے وہ جہاں مناسب سمجھیں۔ ٹربیونل مقرر کر دیں۔

—— گاندھی جی احمد آباد میں جس سیٹھ کے ہاں مقیم ہوئے اس کے گھر میں دس ہزار روپیہ کے غیر ملکی پارچات تھے۔ جنہیں آپ نے نذر آتش کر دیا۔

—— ۱۱ مارچ کو اسمبلی میں فارن سکرٹری نے اعلان کیا۔ کہ حکومت اس بات کو معلوم کرنا چاہتی ہے۔ کہ صوبہ سرحد کے قوانین میں کون کون سے قابل ترمیم اور قابل تنسیخ ہیں۔ چنانچہ اس غرض سے حکومت نے ایک کمیٹی کے تقرر کا فیصلہ کیا ہے جس میں مناسب غیر سرکاری نمائندگی ہوگی۔ حکومت کا یہ اقدام قابل قدر ہے۔ اور در اصل اسی طرح حکومت سرحد سے بے چینی کو دور کرنے میں کامیاب ہوسکتی ہے۔

—— دہلی کی سٹوڈنٹس یونین کے فیصلہ کے مطابق دہلی یونیورسٹی کانووکیشن کے موقع پر ڈگری لینے والے طلباء کھدر کے گون اور گاندھی ٹوپی پہنکر جائیں گے۔

—— سول کے لندنی نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ کنسرویٹو پارٹی کا گول میز کانفرنس میں عدم شرکت کا فیصلہ پالیسی سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ پارٹی کو نمائندگی کے لئے قابل اور موزوں نمائندے دستیاب نہیں ہوسکے۔

—— ۱۰ مارچ کو پولیس نے ایک نوجوان کو جو گاڑی میں دہلی سے لاہور آ رہا تھا۔ گرفتار کیا۔ اس کے قبضہ سے ایک پستول اور ۸۰ گولیاں برآمد ہوئیں۔ خیال ہے۔ وہ مقدمہ سازش لاہور کا کوئی مفرور ہے۔ اس نے بیان دینے سے انکار کر دیا۔

—— شنگھائی سے ستر میل کے فاصلہ پر ایک چینی جہاز آتشزدگی کی وجہ سے تباہ ہوگیا۔ اور دو سو مسافر غرقاب ہوگئے۔

—— اخبار لیڈر الہ آباد نے گول میز کانفرنس کے کانگریسی نمائندوں کی جن کی تعداد سولہ ہے۔ فہرست شائع کی ہے جس میں مسلمان صرف تین ہیں۔ ڈاکٹر انصاری۔ ابوالکلام آزاد۔ اور ڈاکٹر محمود یا مسٹر تصدق حسین شیروانی۔ اگر فی الواقعہ یہی مسلم نمائندے ہوئے۔ تو مسلمانوں کو کانگریسی ڈیلیگیشن پر قطعاً اعتماد نہیں ہوسکتا۔

—— ۱۲ مارچ کو دار العوام میں ہندوستان پر بحث ہوئی۔ کنسرویٹو پارٹی کے لیڈر مسٹر بالڈون نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے متعلق انگلستان کی پارٹیوں کے اتحاد عمل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آپ نے لارڈ ارون کو خراج تحسین ادا کیا۔ اس سے ان غلط اطلاعات کی تردید ہوگئی ہے۔ جو کنسرویٹو پارٹی کی ہندوستان کی مخالفت کے متعلق شائع ہوتی رہی ہیں۔

—— گول میز کانفرنس کی مفصل روئداد چھپ کر تیار ہوگئی ہے اور بہ قیمت ایک روپیہ چھ آنہ مینیجر سنٹرل پبلیکیشن برانچ کلکتہ سے مل سکتی ہے۔

—— پچھلے دنوں جو خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ مقدمہ سازش میرٹھ واپس لیا جائیگا۔ اس کی تردید ہوگئی ہے۔

—— ۱۳ مارچ کو اسمبلی میں سر جارج شوسٹر نے سالٹ انڈسٹری کمیٹی کی رپورٹ پیش کی۔ جس میں سفارش کی گئی ہے۔ کہ غیر ممالک سے جو نمک ہندوستان میں لایا جائے۔ اس پر ساڑھے چار آنہ فی من کی شرح سے فوری ٹیکس بڑھا دیا جائے۔

—— پچھلے دنوں امرتسر میں ایک بزاز پر جو فائر ہوا تھا اس کے الزام میں پولیس نے ایک ہندو نوجوان کو گرفتار کیا ہے۔

—— ۱۲ مارچ کو دار العوام میں وزیر اعظم نے کہا۔ وائسرائے ہند کو لکھا گیا ہے۔ کہ لنڈن میں فیڈرل کمیٹی کا اجلاس فوراً منعقد کرانے کی کوشش کریں۔ امید ہے۔ اس میں گاندھی جی بھی شریک ہونگے۔ وزیر ہند نے بھی کہا۔ کہ پہلے پارلیمنٹری ڈیلیگیشن ہندوستان بھیجنے کی تجویز تھی۔ مگر چونکہ یہاں پارلیمنٹری حالت نازک ہے۔ اس لئے حکومت کا ارادہ ہے کہ ہندوستانی ڈیلیگیشن کو یہاں آنے کی دعوت دے۔

—— ۱۴ مارچ کو لاہور میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مولانا اسیروں کی رہائی کا حکومت سے مطالبہ کیا گیا۔

—— سردار بدھ سنگھ عرصے سے ریاست کشمیر میں نظربند تھے۔ اب مہاراجہ کے ہاں تولید فرزند کی خوشی میں آپ کو رہا کر دیا گیا ہے۔ اور بھی قیدیوں کی رہائی کی توقع ہے۔ اس تقریب کے لئے چار لاکھ روپیہ منظور کیا گیا ہے۔

—— دہلی۔ ۱۴ مارچ۔ گورنمنٹ ہند نے اعلان کیا ہے۔ کہ ہندوستان (برطانوی ہند اور ہندوستانی ریاستیں) کی کل آبادی ۲۶ فروری ۱۹۳۱ء کو ۳۵ کروڑ ۱۵ لاکھ تھی۔

—— نئی دہلی۔ ۱۶ مارچ۔ ہندوستان کے آئندہ وائسرائے لارڈ ولنگڈن ۱۲ اپریل کو عدن پہنچینگے۔ اور ۱۷ اپریل کو بمبئی پہنچکر اپنے عہدہ کا چارج لینگے۔

—— بمبئی ۱۳ مارچ انڈین ڈیلی میل میں ایک چٹھی شائع ہوئی ہے۔ کہ گاندھی جی نے وعدہ کیا ہے۔ میں پانچ سال کے اندر سوراج لے دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ بشرطیکہ انقلاب پسند اپنی سرگرمیوں کو اس عرصہ کے لئے بند کر دیں۔

—— بمبئی۔ ۱۳ مارچ۔ مقامی کانگرس کمیٹی کی دو پارٹیاں بن گئی ہیں۔ اور دونوں کی آپس میں کشمکش بڑھ گئی ہے گاندھی ارون سمجھوتہ کے بعد کشیدگی کی خلیج زیادہ وسیع ہوگئی ہے ؛

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا)